تسہیل البلاغۃ

تالیف

مولانا محمد عبید اللہ الاسعدی
مدرس جامعہ عربیہ ہتورا (باندہ) انڈیا

مجلس نشریات اسلام
۱- کے - ۳، ناظم آباد مینشن، ناظم آباد نمبر ۱، کراچی - ۷۴۶۰۰

التبیان اوپن یونیورسٹی

تسہیل البلاغۃ

تالیف

مولانا محمد عبید اللہ الاسعدی

مدرس جامعہ عربیہ ہتھورا (ضلع باندہ)

مجلس نشریات اسلام

۱۔ کے۔۳، ناظم آباد مینشن، ناظم آباد نمبر۱، کراچی۔۷۴۶۰۰

پاکستان میں جملہ حقوق طباعت واشاعت
بحق فضل ربی ندوی محفوظ ہیں

لہٰذا کوئی فرد یا ادارہ ان کتب کو شائع نہ کرے
ورنہ اس کے خلاف قانونی کارروائی کی جائیگی

نام کتاب	تسہیل البلاغۃ
مصنف	مولانا محمد عبید اللہ الاسعدی
کتابت	حسن اختر لکھنوی
طباعت	احمد برادرز، ناظم آباد، کراچی
ضخامت	۲۰۸ صفحات
ٹیلیفون	۶۶۰۱۸۱۷

اسٹاکسٹ : مکتبہ ندوۃ قاسم سینٹر اردو بازار۔ کراچی
فون: ۲۶۳۸۹۱۷

ناشر
فضل ربی ندوی
مجلسِ نشریاتِ اسلام
۱۔کے۔۳ ناظم آباد مینشن، ناظم آباد ۱ کراچی (۷۴۶۰۰)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین

مقدمہ	۱۷ تا ۲۷
فصل اوّل : فصاحت	۱۸ تا ۲۳
۱. تعریف فصاحت ۲. اقسام	۱۷
(الف) فصاحت کلمہ	
تعریف و توضیح قیود	
(ب) فصاحت کلام	۲۰
تعریف و توضیح قیود	
(ج) فصاحت متکلم	۲۲
فصل دوم ۔ بلاغت	۲۴ تا ۲۷
۱. تعریف و اقسام	۲۴
(الف) بلاغت کلام، تعریف و توضیح	
(ب) بلاغت متکلم، مراتب بلاغت	۲۵
فصاحت و بلاغت کو جاننے کے ذرائع	۲۶
کتب بلاغت کے مضامین	۲۷
باب اوّل	۲۸ تا ۹۶
علم بیان	
تعریف علم بیان، علم بیان کی حقیقت	۲۹
دلالت، علم بیان کا موضوع	۳۰
مجاز	۳۲

فصل اوّل ، تشبیہ ۳۶ - ۶۵
تعریف ، ارکان ، امثلہ ۳۶
اداۃ تشبیہ اور وجہ شبہ سے متعلق بعض ضوابط ۳۷
افسام تشبیہ ۳۹
تشبیہ مرسل ۔ تشبیہ مؤکد ۳۹
تشبیہ مفصل ، تشبیہ مجمل ، تشبیہ بلیغ ۴۱
تشبیہ مقلوب ۴۲
تشبیہ ضمنی ۴۴
تشبیہ غیر تمثیل و تشبیہ تمثیل ۴۵
اقسام باعتبار افراد و ترکیب مشبّہ و مشبّہ بہ ۴۶
اقسام باعتبار تعدد مشبّہ و مشبّہ بہ
اغراض تشبیہ ۴۸ - ۵۲
مشبّہ کے امکان کا بیان ۴۸
مشبّہ کے حال کا بیان ۴۹
حال وصفت کے معیار و مقدار کا بیان ۵۰
مشبّہ کا حال ذہن نشین کرنا
مشبّہ کی تعظیم یا تحقیر ۵۱
حسی و عقلی کی تفصیلات ۵۳ - ۵۹
حسی کی تعریف مع توضیح ۵۴
عقلی کی تعریف و توضیح ۔ وہمی ، خیالی ، وجدانی کی تعریفات ۵۵
مشبّہ و مشبّہ بہ دونوں کا حسی ہونا ، دونوں کا عقلی ہونا ۵۸
ایک کا حسی اور ایک کا عقلی ہونا ۵۹
وجہ شبہ ۶۰ - ۶۵
وجہ شبہ تحقیقی و تخئیلی
وجہ شبہ داخل و خارج ، وصف حقیقی و وصف اضافی ۶۱
وصف حقیقی حسی و عقلی ۶۲
وجہ شبہ واحد و بدرجہ واحد ۶۳

وجہ شبہ متعدد ۶۴
فصل دوم۔ مجاز لغوی ۶۶-۸۷
مجاز لغوی، تعریف و اقسام ۶۶
مبحث اوّل۔ استعارہ ۶۷-۸۱
تعریف، استعارہ کی حقیقت و ارکان ۶۷
قرینہ۔ تعریف و اقسام، قرینہ لفظیہ و حالیہ ۶۸
اقسام استعارہ۔ استعارہ تصریحیہ ۷۰
استعارہ مکنیہ ۷۲
استعارہ اصلیہ و تبعیہ ۷۳
اقسام مذکورہ اجتماع ۷۴
مستعار بننے والا لفظ ۷۵
استعارہ مطلقہ ۷۷
مجرّدہ، مرشّحہ، موشّحہ ۷۸
مجرّدہ و موشّحہ کی شرط ۷۹
مراتب اقسام مذکورہ۔ یہ اقسام اور اقسام سابقہ ۸۰
مبحث دوم۔ مجاز مرسل، تعریف و علاقے ۸۲-۸۷
فصل سوم۔ مجاز مرکب و مجاز عقلی ۸۸-۹۱
مجاز مرکب کی تعریف و مثال۔ استعارہ تمثیلیہ ۸۹
مجاز عقلی، تعریف، شرائط، مثال و صور ۹۰
فصل چہارم۔ کنایہ: تعریف، مثال و اقسام ۹۲-۹۶
تلویح، رمز ۹۴
اشارہ، تعریض ۹۵
مجاز و کنایہ کا درجہ، کنایہ کا قرینہ ۹۶

باب دوم ۹۷-۱۲۰
علم معانی

تعریف، مباحث علم معانی ۹۸

فصل اوّل ۔ خبر و انشار ۱۴۴-۱۰۰

خبر ۱۲۴-۱۰۰

خبر کی تعریف ۱۰۰
امثلہ و ارکان ۱۰۱
اقسام ۔ جملہ اسمیہ، فوائد ۱۰۳
جملہ فعلیہ، فوائد ۱۰۴
خبر ابتدائی و خبر طلبی ۱۰۵
خبر انکاری ۱۰۶
اغراض خبر ۱۰۸
خبر کی مقتضیٰ سے مطابقت ۱۱۰
مسندالیہ کے احوال ۔ فوائد تعریف ۱۱۳
تنکیر و توابع ۱۱۹
ضمیر متصل ۱۲۱
مسند کے احوال ۱۲۲

انشاء ۱۲۵

تعریف، اقسام ۔ انشار غیر طلبی و طلبی ۱۲۵
امر، تعریف و صیغے و دیگر معانی ۱۲۶
نہی، تعریف، صیغہ، دیگر معانی ۱۳۱
استفہام، تعریف، الفاظ استفہام ۱۳۴
کلمات استفہام کے دیگر معانی ۱۳۸
تمنّی، تعریف و الفاظ و امثلہ ۱۴۱
ترجّی، تعریف و الفاظ و امثلہ ۱۴۲
نداء، تعریف، کلمات و امثلہ ۔ ندار کے دیگر معانی ۱۴۳
فصل دوم ۔ قصر ۱۴۹-۱۴۵
تعریف، ارکان، طرق قصر ۱۴۵
قصر حقیقی و اضافی ۱۴۶
قصر صفت و قصر موصوف ۱۴۸

فصل سوم ۔ وصل و فصل	۱۵۵-۱۵۰
وصل کی تعریف، کلمات و مواقع	۱۵۰
فصل ۔ تعریف و مواقع	۱۵۲
فصل چہارم ۔ تقدیم و تاخیر، دواعی تقدیم و تاخیر	۱۵۸-۱۵۶
فصل پنجم ۔ ذکر و حذف	۱۶۲-۱۵۹
ذکر ۔ تعریف و دواعی	۱۵۹
حذف ۔ تعریف و دواعی	۱۶۰
فصل ششم ۔ ایجاز و اطناب	۱۶۹-۱۶۳
ایجاز ۔ تعریف و اقسام	۱۶۳
دواعی، مراتب، اخلال	۱۶۴
مساوات ۔ تعریف و مثال	۱۶۵
اطناب ۔ تعریف و دواعی و صور	
اعتراض	۱۶۷
تذییل و ایغال	۱۶۸
باب سوم	۲۰۷-۱۷۱
علم بدیع	
تعریف و توضیح و تقسیم	۱۷۲
فصل اول ۔ محسنات لفظیہ	۱۹۳-۱۷۳
تعریف، جناس تعریف و اقسام	۱۷۳
اقتباس، تعریف و حکم	۱۷۵
سجع، تعریف و احکام	۱۷۶
تشابہ، تصدیر	۱۷۹
قلب	۱۸۰
عکس، تشریع، موازنہ	۱۸۱
ائتلاف	۱۸۲
فصل دوم ۔ محسنات معنویہ	۱۸۴

تعریف، وصور	۱۸۴
توریہ	
طباق - تعریف و اقسام	۱۸۵
مقابلہ، حسن تعلیل، تاکید المدح بما یشبہ الذم	۱۸۶
تاکید الذم بما یشبہ المدح	۱۸۷
مراعاۃ النظیر، استخدام	۱۸۹
جمع، تفریق، تقسیم	۱۹۰
ائتلاف	۱۹۱
اسلوب الحکیم	۱۹۲
ارصاد، مشاکلت	۱۹۴
مزاوجت، رجوع، لف و نشر	۱۹۵
لف و نشر مرتب و غیر مرتب، تجرید	۱۹۶
مبالغہ	۱۹۷
توجیہ، ابہام، استطراد	۱۹۹
افتنان، ادماج	۲۰۰
التفات، احتباک	۲۰۱
توزیع وحذف	۲۰۲
تضمین، عقد وحل تلمیح	۲۰۴
حسن ابتداء، براعت استہلال	۲۰۵
حسن تخلص، حسن انتہا	۲۰۶
براعت طلب	

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی علم البیان والتبیان والصلوٰۃ والسلام علیٰ مبع الفصاحۃ والبلاغۃ صاحب المعانی البدیعۃ والکلم الجامعۃ سیدنا محمد رسول الانس والجان وعلیٰ الہ الکرام وأصحابہ العظام وکل من تبعھم الیٰ یوم الدین باحسانؐ

اما بعد

"ہتورا" (جس کا اصل نام اس بستی کو آباد کرنے والے بزرگ سید حسین احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر حسین پور ہے اور ان کی ایک کرامت کی وجہ سے ہتورا مشہور ہے) ملک وصوبہ تو کیا ضلع کی ایک غیر معروف چند مسلم گھرانوں پر مشتمل بستی تھی جس کے ایک فرد نے وقت پڑنے پر وقت کے ایک بڑے عالم ومحدث اور بزرگ مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ (شاگرد رشید

حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی قدس سرہٗ) کو اپنے زیر سایہ پناہ دی تھی اور اس فرد نے ان بزرگ کی مثوراسے لے کر پانی پت تک خدمت کی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا ثمرہ اس بستی کو موجودہ شہرت اور دین وعلم کا مرکز بنانے کے ذریعہ اور ان بزرگ کو ایک عالم باعمل پوتے کی صورت میں دیا، جس کی شہرت وعزت اس گاؤں اور اس کے دینی مرکز کی شہرت وعزت پر فائق ہے۔

مدرسہ کی عمر اتنی نہیں جتنا کہ نام اس کا بڑا ہے اور احاطہ بھی اتنا وسیع نہیں جتنا کہ اس کے کارنامے اور خدمات وسیع ہیں۔ ۱۳۷۱ھ میں، علاقے کے مسلمانوں کی انتہائی جہالت اور علم وعمل دونوں سے دوری کی بدولت ارتداد میں مبتلا ہو جانے کی خبر سے بے چین ومضطرب ہو کر اسی بزرگ دادا کے پوتے نے اس گاؤں سے علم دین کی اشاعت کا کام کرنے کا ارادہ کیا اور ہر چہار طرف کسی "دینی قلعہ" کی بنیاد ڈالنے اور اسے پائدار بنانے کی ہر ممکن کوشش سے عاجز آکر اپنے ہی گاؤں اور مولد ومنشاء میں صبر وقناعت اور خدمت دین وعلم کے ارادہ سے سرشار ہو کر پڑ رہنے کا ارادہ کر لیا اور دیکھتے ہی دیکھتے تیس سال کا عرصہ نہیں گزرا کہ اس کے آفتاب علم کی کرنیں ہند کے آفاق سے تجاوز کر کے آفاق عالم تک پہونچنے لگیں اور جس گاؤں کو اس کا جوار وضلع نہیں جانتا تھا، اس گاؤں تک دور دراز کے ملکوں کے رہنے والوں کی دوڑ شروع ہو گئی، محض اس لیے کہ اس گاؤں کے دریائے علم سے خود کو سیراب کرسکیں اور اس کے بحر معرفت سے اپنی تشنگی دور کرسکیں۔

الحمد للہ اس مدرسہ نے روز اول سے علم دین کی عظیم خدمات انجام

دیں اور بالخصوص اس اطراف وعلاقے میں جو "بندیل کھنڈ" کے نام سے جانا جاتا ہے اور ملک وصوبہ میں ہر اعتبار سے پسماندہ سمجھا جاتا ہے۔

علاقہ کی پسماندگی، باشندگان کے مزاج کی تندی وتیزی اور علم کے ذریعہ حاصل ہونے والے فوائد وثمرات کے پیش نظر حضرت بانی مدرسہ مولانا صدیق احمد صاحب مدظلہ العالی نے طالبانِ علم کے لیے ہر وہ راہ نکالی جس کی بنا پر محرومی ان کے حصہ میں نہ آئے اور نہ سہی تو کم از کم "ایمان" ہی باقی رہے اور "اعتقاد" ہی صحیح رہے۔ اس لیے یہاں سال کے روزِ اوّل سے لے کر روزِ آخر تک طلباء کا داخلہ ہوتا ہے اور یہاں داخلہ کے بعد کسب علم سے محروم ہونے کی کوئی صورت ان کے لیے پیدا نہیں کی جاتی۔

"علم" کی عام اشاعت اور اس کے حصول کے سلسلے میں "تسہیل" کی ایک کڑی یہ بھی ہے کہ کم از کم وقت میں زیادہ سے زیادہ کتابیں پڑھانے کی کوشش ہوتی ہے۔

اور اس کی دوسری اہم کڑی یہ ہے کہ اصول وقواعد کی تعلیم کے لیے ابتداءً اردو زبان اختیار کی گئی ہے۔ حتیٰ کہ جن فنون میں اردو میں کوئی ابتدائی کتاب نہیں ہے ان میں ابتدائی رسائل کی ترتیب وتصنیف کا منصوبہ بنا اور جن فنون میں رسائل موجود ہیں ان کو داخلِ نصاب کیا گیا اور بسا اوقات ان کے اسلوب کی دقّت یا فن کے جملہ مسائل کے عدم احاطہ کو محسوس کر کے ان فنون میں بھی مستقل رسائل کی تصنیف کا ارادہ کیا گیا اور الحمد للہ اس سلسلہ میں تصنیف واشاعت کا سلسلہ چل پڑا۔

اس سلسلہ کی ابتدائی مساعی اس ذاتِ گرامی سے منسوب ہیں جن کا لگایا ہوا یہ چمن ہے اور جن کا بنایا یہ منصوبہ ہے اور آج ان کے طفیل انھیں کے زیرِ سایہ دوسرے خدام بھی ان کے چمن کی آبیاری کر رہے ہیں اور ان کے منصوبے کو زیادہ سے زیادہ توسیع دینے کی کوشش کر رہے ہیں. حضرت موصوف نے بذاتِ خود متعدد رسائل تصنیف فرمائے جو شائع ہو چکے ہیں.

تسہیل التجوید تجوید کے اصول و قواعد پر نہایت مختصر و جامع اور سہل اسلوب پر مشتمل رسالہ۔ "تَسْہِیلُ الْمَنْطِق" منطق کے ابتدائی اصول و قواعد پر نہایت جامع و سہل اسلوب رسالہ جو اس سے پہلے لکھے گئے دو رسالوں یعنی "تیسیر المنطق" اور "المنطق" دونوں کی کفایت کرتا ہے۔

"تَسْہِیلُ الصَّرف" عربی صرف کے اصول و قواعد پر مشتمل تین حصّوں میں حصّہ اول و دوم کی اشاعت ہو چکی ہے. تیسرا زیرِ طبع ہے، اس میں بالخصوص تیسرا زیادہ اہمیت کا حامل ہے کہ مصنف گرامی نے اسے بڑی عرق ریزی و تحقیق کے ساتھ ترتیب دیا ہے. وہ صرف طلباء ہی نہیں بلکہ اساتذہ کے لیے بھی مفید ہے۔

آئندہ اسی انداز پر فن نحو میں بھی تسہیل النحو کے نام سے کام کرنے کا حضرت موصوف کا ارادہ ہے۔

اور اب اسی سلسلہ کی ایک حقیر کوشش بنام "تسہیل البلاغۃ" آپ حضرات کے ہاتھوں میں ہے. یہ ظاہری کوشش کسی اور کی لیکن در پردہ حضرت گرامی کا ہی فیض ہے. انھیں کا حکم انھیں کی نگرانی، انھیں کے مشورے

اور انھیں کی تصحیح اور پھر تیار ہو جانے پر اشاعت کے سلسلے میں انھیں کا اصرار یعنی انھیں کے مطلب کی کر رہا ہوں۔ زبان میری ہے بات ان کی۔ حق تعالیٰ حضرت کے سایۂ عاطفت کو دیر تک ہم خدام کے سروں پر باقی رکھے۔ احقر تو کبھی کبھی حق تعالیٰ سے یہ بھی دُعا مانگا کرتا ہے کہ مجھ گنہگار ناکارہ کی باقی ماندہ عمر کا حصہ حضرت کو دے دے کہ ان سے دُنیا کو فیض پہونچے گا اور یہ ناکارہ اسے بھی گناہوں سے ملوث کر دے گا۔ کاش یہ دُعا قبول ہو سکتی کہ شاید اسی کی بدولت کچھ کام بن جاتا۔

وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍ

کتاب سامنے ہے۔ یوں تو کسی بھی علم وفن میں کچھ نہیں آتا اور بالخصوص یہ فنون عالیہ ان سے تو بالکل ہی محروم ہوں، چند کتابوں کی مدد سے یہ مجموعہ تیار ہو گیا ہے جو حسب ذیل ہیں:

(۱) تلخیص المفتاح اور اسکی مشہور شرح (۲) مختصر المعانی
(۳) البلاغۃ الواضحۃ (۴) کتاب قواعد اللغۃ العربیہ
(۵) دروس البلاغۃ اور اس کی شرح (۶) شروح البلاغۃ
(۷) سفینۃ البلغار

فن اور اس کے اصول وقواعد کے سلسلہ میں مرتب کی واقفیت کے انتہائی محدود اور ناقص ہونے کی وجہ سے اس کا بہت قوی امکان ہے کہ تعبیرات یا مثالوں میں غلطیاں نہیں بلکہ فحش غلطیاں ہو گئی ہوں۔ حضرت موصوف نے اگرچہ اس مجموعہ کو ملاحظہ

ضرور فرمالیا ہے، ان کی مشغولیات و مصروفیات اس سلسلہ کی کسی چیز کو بہ نظر غائر مطالعہ کرنے کا موقع نہیں دیتیں۔ اس لیے ضرور کوتاہیاں رہ گئی ہوں گی جو اس ناکارہ کی طرف منسوب ہوں گی، اور اسی کی ہیں۔ اکابر و اساتذہ سے بعد مطالعہ ان غلطیوں اور کوتاہیوں کی نشان دہی کی درخواست ہے۔ اور جو حضرات کتاب سے استفادہ کریں ان سے بالخصوص حضرت موصوف کی صحت و عافیت اور عمر میں برکت کے لیے اور اس کے بعد اگر خیال رہے اور مناسب سمجھا جائے تو اس ناکارہ کے لیے دین و علم کی خدمت کرتے ہوئے ایمان پر خاتمہ کی دُعا فرمائیں۔ حق تعالیٰ میرے والدین، جن کی نظر انتخاب نے مجھے اس راہ پر لگایا اور فراغت کے بعد اس سلسلہ کی خدمات میں مشغول فرمایا، اور اساتذہ جن کی نظر عنایات و توجہات نے ان حقیر خدمات کے لائق بنایا۔ کی مغفرت فرمائے اور ترقی درجات سے نوازے۔

فقط

محمد عبید اللہ الاسعدی

دیباچہ
طبعِ دوم

الحمدللہ کہ اس ناچیز کاوش کا دوسرا ایڈیشن آپ کے ہاتھوں میں ہے ظاہر ہے کہ دوسرے ایڈیشن کی نوبت کتاب سے دلچسپی اور اس کی افادیت کے احساس کی بناء پر ہی آئی ہے۔ اگرچہ پہلے ایڈیشن کی طباعت کے کئی سال بعد نوبت آرہی ہے مگر کسی نوآموز مؤلف اور نئی تالیف کے تعارف میں وقت لگتا ہی ہے۔

یہ درمیانی وقفہ اتنا طویل رہا ہے کہ "تسہیل نصاب" کا جو منصوبہ بنایا گیا تھا، الحمدللہ کہ وہ منصوبہ پایۂ تکمیل کو پہونچ چکا ہے اور اس منصوبہ کے تحت جن کتابوں کی تالیف پیش نظر تھی، محض اللہ کے فضل سے نہ صرف ان کی تالیف مکمل ہوچکی ہے بلکہ وہ شائع ہوکر متعارف ہوچکی ہیں حضرت مولانا نے "تسہیل الصرف" کے چار حصے مکمل فرما دیئے اور اس کے بعد "تسہیل النحو" کا نہایت جامع ومفید کام کیا۔ یہ بھی شائع ہوچکی ہے۔

احقر نے "تسہیل البلاغۃ" کے بعد "الاصول الفقہ" کی تالیف کی سعادت

حاصل کی اور اس کے بعد "علوم الحدیث" کے نام سے اصولِ حدیث پر کام کیا۔ الحمدللہ دونوں کتابیں شائع ہو چکی ہیں اور اکابر سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ فللّٰہ الحمد۔ ایک دو کام مزید پیش نظر ہیں، حق تعالیٰ مدد فرمائے۔

یہ دوسرا ایڈیشن پہلے سے مختلف ہے۔ اضافہ تو برائے نام ہے البتہ ترتیب وتہذیب اور کتابت وطباعت کا نمایاں فرق ہے۔ امید ہے کہ انشاء اللہ اس کی وجہ سے کتاب کی افادیت کچھ زیادہ ہی محسوس کی جائے گی۔ حق تعالیٰ ان ناچیز کوششوں کو شرفِ قبولیت سے نوازکر ان کے واسطے سے مجھ ناکارہ کو علم دین کے خدام میں شامل فرمائے۔

کتاب کی افادیت کو بڑھانے کے لیے ہر سبق کے ساتھ سوالات بھی رکھے گئے ہیں جن میں امثلہ سے متعلق بھی سوالات ہیں، ان کے حل کے لیے "البلاغۃ الواضحۃ" اور اس کی "کلید" سے مدد لی جا سکتی ہے۔

فقط

محمد عبید اللہ الاسعدی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

فصلِ اوّل

فصاحت

فصلِ دوم

بلاغت

فصل اوّل

فصاحت

(۱)

۱۔ تعریف :

(الف) لغوی۔ ظاہر ہونا، واضح ہونا۔

(ب) اصطلاحی۔ چونکہ فصاحت کی متعدد اقسام ہیں اور ہر قسم کی تعریف دوسری قسم سے مختلف ہے اسلئے فصاحت کی کوئی جامع تعریف، جو تینوں اقسام کو حاوی و شامل ہو، منقول نہیں ہے۔

۲۔ اقسام : فصاحت کی تین اقسام ہیں :

(الف) فصاحتِ کلمہ، (ب) فصاحتِ کلام، (ج) فصاحتِ متکلم

(الف) فصاحتِ کلمہ

۱۔ تعریف: کلمہ کا (الف) تنافرِ حُروف' (ب) مخالفتِ قیاس' اور (ج) غرابت' سے خالی ہونا۔

۲۔ توضیح : (الف) تنافرِ حروف، کلمہ کا ایسے حروف سے مرکب ہونا کہ زبان سے اس کے ادا کرنے میں دشواری ہو اور اس کا سُننا سماعت کے لئے گراں ہو۔

جیسے: صَفْعَجَ (اونٹ کے چارے میں کام آنے والا ایک پودہ)

النقاخ (صاف وشیریں پانی)

(ب) **مخالفتِ قیاس** ۔ کلمہ کا وزن کے اعتبار سے صرفی قواعد کے خلاف ہونا، جیسے "بوق" کی جمع "بوقات" یہ خلافِ قاعدہ وقیاس ہے۔ قیاساً اس کی جمع "ابواق" ہونی چاہئے، اس لئے کہ جو اسم اجوف ہو اس کی جمع "افعال" کے وزن پر آتی ہے۔

(ج) **غرابت** ۔ کلمہ کا استعمالاً غیر مانوس ہونا اور معنی غیر واضح ہونا، یعنی یہ کہ اس کا استعمال بھی کم ہو اور اس کے معنی ومراد کی طرف ذہن جلدی منتقل بھی نہ ہو۔

جیسے تکأکأ (بمعنی اجتمع) افرنقع (بمعنی انصرف)

سوالات

(۱) فصاحت کے معنی بتایئے (۲) فصاحت کی کتنی اقسام ہیں اور کیا کیا؟ (۳) فصاحتِ کلمہ کی تعریف کیجئے (۴) تنافرِ حروف، مخالفت قیاس وغرابت ہر ایک کی تعریف توضیح کیجئے (۵) امثلۂ ذیل میں فصاحتِ کلمہ کی تعریف میں ذکر کردہ تینوں قیود کی نشاندہی کیجئے:

۱۔ المستشزر (المرتفع۔ بلند) ۲۔ البُعاق (السحابة الممطرة، برسنے والا بادل) ۳۔ حالل، یحلل (حل یحل سے) ۴۔ اطلخم (اشتد)

۵۔ مسرّج (منسوب الی السریجی او السراج)

فصاحت

(۲)

(ب) فصاحتِ کلام

۱۔ **تعریف** ۔ کلام کا (الف) ہر ہر کلمہ کی فصاحت کے ساتھ
(ب) تنافرِ کلمات (ج) ضعفِ تالیف (د) تعقیدِ لفظی ،
(ہ) تعقیدِ معنوی سے خالی ہونا۔

۲۔ **توضیح** : (الف) ہر ہر کلمہ کے فصیح ہونے سے مراد یہ ہے کہ کلام میں جتنے کلمات ہوں وہ ان تینوں اوصاف سے خالی ہوں جن کا ذکر فصاحتِ کلمہ کے بیان میں گزر چکا ہے۔

(ب) **تنافرِ کلمات** ۔ کلمات کا باہم اس طرح مرکب ہونا کہ زبان سے ان کا تلفظ دشوار ہو اور کانوں پر ان کا سننا گراں گزرے، ایسا اس وقت ہوتا ہے جبکہ اکثر حروف کے مخارج ایک ہی ہوں یا ایک دوسرے سے قریب ہوں۔

جیسے ع وفی رفع عرش الشرع مثلک یشرع (تختِ شرع کو بلند کرنے کا کام آپ ہی جیسا آدمی شروع کرتا ہے)

(ج) **ضعفِ تالیف** ۔ کلام کا مشہور قواعدِ نحویہ کے خلاف مرکب ہونا مثلاً "اضمار قبل الذکر" لفظاً و رتبۃً دونوں طرح پایا جائے، یعنی کلام میں ایسی ضمیر لائی جائے کہ جس کا مرجع لفظاً بھی

بعد میں ہو اور رتبۃً بھی کہ قاعدے کے اعتبار سے اسے بعد میں ہی ہونا چاہئے جیسے ؎

جزی بنوہ ابا الغیلان عن کبر

(ابوالغیلان کو اس کے بیٹوں نے بڑھاپے کا)

وحُسنِ فعلٍ کما یُجزیٰ سِنِمّارُ

(اور حسن کردار کا ایسا ہی بدلہ دیا جیسا بدلہ سنمار[۱] نامی معمار کو دیا گیا)

اس شعر کے اندر" بنوہ "میں مضاف الیہ کی ضمیر کا مرجع ابوالغیلان ہے، جو کہ لفظوں میں ضمیر کے بعد ہے اور رتبۃً بھی اس کا وقوع بعد ہی میں ہے اسلئے کہ ضمیر اپنے مضاف کے ساتھ مل کر فاعل ہے، اور" ابوالغیلان" مفعول بہ ہے اور مفعول بہ، فاعل کے بعد ہوا کرتا ہے

(۵) تعقیدِ لفظی: کسی لفظی کوتاہی کی بنا پر معنی مقصود پر کلام کی دلالت کا واضح نہ ہونا۔

لفظی کوتاہی مثلاً یہ کہ کلمات کو ان کی اصل جگہ سے مقدم و مؤخر کر دینا یا جن کلمات کو باہم متصل ہونا چاہئے ان کے درمیان فصل کر دینا جیسے، ما قرء الا واحد امحمد مع کتابًا اخیہ کہ اس کی اصل

---

[۱] سنمار معمار کا قصہ یہ ہے کہ اس سے بادشاہ وقت نے ایک محل تعمیر کرایا جو نہایت عالیشان تیار ہوا تو بادشاہ نے اس جذبہ کے تحت کہ کوئی دوسرا اس معمار سے ایسا ہی محل تعمیر کرا کے میرا مقابلہ نہ کرے، سنمار معمار کے دونوں ہاتھ کٹوا دیئے۔

ہے ماقرء محمد مع اخیہ، الاکتابًا واحدًا۔ مثال میں یہ کیا گیا ہے کہ اداۃ استثناء ومستثنیٰ یعنی الاکتابا کے درمیان نیز مضاف ومضاف الیہ یعنی مع اخیہ کے درمیان فصل کر دیا گیا ہے، اور صفت واحدًا کو اس کے موصوف کتاباً پر مقدم کر دیا گیا ہے

(۵) **تعقید معنوی**، کسی معنوی کوتاہی کی وجہ سے معنی مقصود پر کلام کی دلالت کا مخفی ہونا، مثلاً ایسے کنایات ومجازات کا لانا جن کا استعمال معنی مقصود کی ادائیگی کے لئے متعارف نہ ہو۔

جیسے نَشَرَ الملِكُ اَلْسِنَتَهٗ فی المدینۃ۔ اس جملہ میں السنۃ کا استعمال جاسوسوں کے لئے کیا گیا ہے جبکہ اس کے لئے لفظ "عیون" کا استعمال متعارف ہے اور یہ استعمال غیر معروف ہے۔

(ج) فصاحت متکلم

وہ ملکہ وصلاحیت ہے جس کی وجہ سے انسان اپنے مقصود کو کلام فصیح کے ساتھ ادا کرنے پر قادر ہوتا ہے۔

سوالات

(۱) فصاحتِ کلام کی تعریف کیجئے۔ (۲) فصاحتِ کلام کے لئے کن قیود کا پایا جانا ضروری ہے؟ (۳) تنافر کلمات کیا ہے؟ (۴) ضعفِ تالیف کا کیا مطلب ہے؟ مثالوں سے سمجھایئے (۵) تعقید کی کتنی اقسام ہیں اور کیا کیا؟ (۶) تعقید کی دونوں اقسام کی تعریف وتوضیح کیجئے۔ (۷) فصاحتِ متکلم کی تعریف کیجئے۔

فصل دُوم

بلاغت

۱۔ تعریف

(الف) لغوی :۔ پہونچنا۔

(ب) اصطلاحی : طور پر چونکہ بلاغت کی دُو اقسام ہیں اور ہر ہر قسم کی مستقل تعریف ہے اسلئے بلاغت کی کوئی جامع تعریف نہیں کی جاتی۔

۲۔ اقسام : بلاغت کی دُو اقسام ہیں : (الف) بلاغت کلام (ب) بلاغت متکلم۔

(الف) بلاغتِ کلام

۱۔ تعریف : کلام کا فصیح ہونے کے ساتھ، مقتضی حال یعنی موقع و مخاطِب کے مناسب ہونا۔

۲۔ توضیح : ایک بات جو کسی موقع کے لئے مناسب ہوتی ہے دوسرے کے لئے بے محل ہوتی ہے، ایسے ہی ایک شخص کے حق میں موزوں ہوتی ہے مگر دوسرے کے لئے ناموزوں ہوتی ہے، اس لئے موقع و مخاطب کی رعایت کلام کے اندر بڑی اہمیت رکھتی ہے، اسی کو "مقتضی حال" سے تعبیر کیا گیا ہے۔

۳۔ **مُقتضیٰ** : (اسی کو "اعتبارِ مناسب" بھی کہتے ہیں) کلام کی وہ مخصوص صُورت جو "حال" کی رعایت کی بنا پر پیدا ہوتی ہے۔

۴۔ **حَال** : وہ امرِ معنوی جو متکلم کے لیے اپنے کلام میں کسی مخصوص صورت وہیئت کو اپنانے کا داعی و باعث بنے۔

مثلاً مدح ایک حال ہے جو عبارت میں طول کا تقاضا کرتا ہے، اسی طرح مخاطب کی ذہانت ایک حال ہے جو کلام کے اندر اختصار کا تقاضا کرتی ہے۔

یعنی بلاغت کے سلسلہ میں تین چیزیں سامنے آتی ہیں اول مدح وذہانت وغیرہ، دوم کلام کا اطناب یعنی طول، یا ایجاز یعنی اختصار، سوم اطناب یا ایجاز کے ساتھ کلام کو اختیار کرنا۔

اوّل ہر دو امر یعنی مدح و ذہانت اور ان جیسے امور "حال و احوال" کہلاتے ہیں، دوم ہر دو امر یعنی اطناب و ایجاز کو "مقتضیٰ" کہتے ہیں۔ سوم ہر دو امر کو "مقتضائے حال" کی "مطابقت و رعایت" کہتے ہیں۔

(ب) **بلاغت متکلم**

وہ ملکہ و صلاحیت ہے جس کی مدد سے انسان اپنے مقصود کو کلام بلیغ کے ساتھ تعبیر کرنے پر قادر ہو، خواہ گفت گو کا تعلق جس موضوع سے بھی ہو۔

۳۔ **بلاغت کے مراتب** : بلاغت کا مدار چونکہ "حال و مقتضیٰ"

کی رعایت پر ہے لہٰذا انھیں دونوں کی رعایت کے مطابق بلاغت کے مراتب متعین کیے جاتے ہیں، اور علم بدیع کے اصول کی رعایت بھی مراتب کو گھٹاتی وبڑھاتی ہے البتہ دو مراتب متعین ہیں، اعلیٰ واسفل۔

اعلیٰ وہ مرتبہ جوکہ اعجاز کی حدوں کو چھوئے مگر اس میں داخل نہ ہوسکے، اس لئے کہ اعجاز میں داخل ہونا انسان کے بس میں نہیں ہے۔ اعجاز کا مطلب یہ ہے کہ کلام ایسا ہوکہ لوگ اسے معجزہ سمجھیں اور دوسرے اس کی نظیر نہ پیش کرسکیں۔

اسفل وہ مرتبہ کہ جس کی رعایت ہر انسان کے کلام میں بہرحال ضروری ہے ورنہ اس کا کلام حیوانات کی اصوات کے قبیل سے شمار ہوتا ہے۔

۴۔ فصاحت وبلاغت کو جاننے کے ذرائع

کلام کے فصیح وبلیغ ہونے کے لئے جن امور کا پایا جانا ضروری ہے ان سے واقفیت مختلف علوم کے ذریعہ ہوتی ہے اس لیے بلیغ کے لیے ان علوم کا حامل ہونا اور ان میں کامل ہونا ضروری ہے۔

(الف) مخالفت قیاس کو "علم صرف" کے ذریعہ جانا جاتا ہے۔

(ب) ضعف تالیف اور تعقید لفظی، کو جاننے کا ذریعہ "علم نحو" ہے۔

(ج) غرابت کلمات، کا علم "لغت" کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے۔ یعنی لغت میں مہارت اور خصوصی شغف کے ذریعہ۔

(د) تعقید معنوی، کو "علم بیان" کے ذریعہ جانا جاتا ہے۔

(ھ) احوال و مقتضیات کو جاننے کا ذریعہ "علم معانی" ہے۔

(و) تنافر خواہ حروف کا ہو یا کلمات کا، اس کا ادراک محض " ذوقِ سلیم " کے ذریعہ ہوتا ہے جو مذکورہ بالا علوم میں مہارت و مناسبت سے پیدا ہوتا ہے۔

۵۔ کتب بلاغت کے مضامین اور علم بلاغت کا مصداق

فصاحت و بلاغت کے لئے مطلوب امور کو مختلف علوم کی مدد سے جانا جاتا ہے، جن میں سے اکثر پر مستقلاً بہت سی کتابیں موجود ہیں، اس لئے بلاغت کی کتابوں میں عموماً دو علوم ذکر کئے جاتے ہیں اور انھیں کو علم بلاغت کا مصداق قرار دیا جاتا ہے۔ بہت سے لوگ ایک تیسرے علم کو بھی شامل کر لیتے ہیں اوّل بیان، دوم معانی اور سوم بدیع۔

سوالات

(۱) بلاغت کے لغوی و اصطلاحی معنی بتائیے۔ (۲) بلاغت کی کتنی اقسام ہیں اور کیا کیا؟ (۳) ہر دو اقسام کی تعریف کیجئے۔ (۴) مقتضی و حال کا کیا مطلب ہے تعریف و توضیح کیجئے۔ (۵) بلیغ کے لئے کن کن علوم سے واقف ہونا ضروری ہے۔ (۶) نیز بتائیے کہ کسی بڑے سے کہنا کہ تم کب آئے؟ کسی کو مبارکباد دینے میں رونے کا انداز اپنانا اور تعزیت کے موقع پر مسرت آمیز جملہ و انداز کا استعمال حدود بلاغت کے اندر ہے یا اس سے خارج؟

بابِ اوّل

علمِ بیان

۱۔ تعریف علمِ بیان

ان اصول و قواعد کا جاننا جن کے ذریعہ انسان ایک ہی معنی کو ایسے مختلف طریقوں و جملوں سے ادا کرنے پر قادر ہو کہ وہ طریقے و جملے معنی مراد پر دلالت کرنے میں باعتبار وضاحت ایک دوسرے پر فائق ہوں۔

۲۔ توضیح: مثلاً ہمیں زید کی سخاوت کو بیان کرنا ہے یا سورج کے دن بھر روشن رہنے کو، توان دونوں مضمونوں کو مختلف تعبیروں میں ادا کرنا، درآنحالیکہ وہ تعبیرات وضاحت میں ایک دوسرے سے مختلف ہوں، "علم بیان" کہلائے گا۔

(الف) زیدٌ کریمٌ، زیدٌ سخیٌّ، زیدٌ جواد، لزیدٍ یدٌ علیا، زیدٌ طویل الباع۔

(ب) سُورج ایسا چراغ ہے جو کبھی گُل نہیں ہوتا۔ سورج قدرت کا جگمگاتا ہوا دیا ہے، آسمان ہمیشہ اس سنہرے پھول سے فائدہ حاصل کرتا رہتا ہے۔

عربی کے پانچوں جملے زید کی سخاوت کو بیان کرتے ہیں، اور لفظ و تعبیر کے اختلاف کی وجہ سے معنی مقصود پر سب کی دلالت مختلف مراحل کی ہے ان میں سے اولین جملے سب سے زیادہ واضح ہیں جیسے کہ اُردو کے جملوں میں پہلا سب سے زیادہ سورج کے مستقل روشن رہنے کو بتانا ہے۔

۳۔ علمِ بیان کی حقیقت یہ نہیں ہے کہ انسان محض ایک یا چند معانی و مضامین کو مختلف تعبیرات سے ادا کرلے، بلکہ اس کے لئے انسان

میں اس کا ملکہ ہونا ضروری ہے کہ جس معنی و مضمون کو چاہے مختلف الفاظ و پیرایے میں ذکر کر سکے۔

۴۔ **دلالت** : "علمِ بیان" کی تعریف میں دلالت کا ذکر آیا ہے۔ اس دلالت کا وہی مفہوم ہے جو کہ منطق میں معروف ہے، یعنی "ایک چیز کے جان لینے کی وجہ سے دوسری کو جاننا" یا "ایک چیز کا کسی دوسری چیز کو بتانا" اور جیساکہ معروف ہے دلالت کی چند اقسام ہیں، جن کا تذکرہ منطق کی کتابوں میں عام ہے اس لئے ہم اس سلسلہ میں یہاں محض ایک امر کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں جو اس سلسلہ میں "علمِ بیان" کے خواص میں سے ہے اور اس کا منطقی دلالت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اور وہ یہ کہ علمِ بیان کی اصطلاح میں علمِ منطق کی "دلالت لفظیہ وضعیہ" کی قسم اوّل یعنی دلالت "مطابقی" کو "دلالت وضعیہ" کہتے ہیں اور دوسری و تیسری قسم یعنی دلالتِ تضمنی و دلالت التزامی کو "دلالت عقلیہ" کہتے ہیں۔

"دلالت مطابقی" کا مطلب ہے لفظ کا اپنے پورے موضوع لہٗ کو بتانا، اور "دلالت تضمنی" یہ ہے کہ لفظ اپنے معنی کے کسی جزء پر دلالت کرے اور "دلالت التزامی" یہ ہے کہ لفظ اپنے معنی کے کسی لازم کو بتائے۔

۵۔ **علمِ بیان کا موضوع** : "محض دلالت عقلیہ" یعنی دلالت تضمنی و التزامی

ہے، اس لئے کہ ایک معنی کو مختلف پیرایہ میں ذکر کرنا، جو کہ علم بیان کی حقیقت ہے، دلالت تضمنی والتزامی میں ہی ممکن ہے۔

دلالتِ تضمنی میں اس لئے کہ ایک شی کے چند اجزاء ہو سکتے ہیں، اور کبھی ان اجزاء کے بھی اعضاء ہوتے ہیں، یعنی ایک شے میں کبھی جزء بھی ہوتا ہے اور جزء الجزء بھی، اور جزء الجزء کے مقابلے میں جزء کی دلالت معنی پر زیادہ واضح ہوتی ہے مثلاً "حیوان" بھی جسم پر دلالت کرتا ہے اور "انسان" بھی۔ مگر حیوان کی دلالت زیادہ واضح ہے، اس لئے کہ حیوان جسم کا جزء ہے اور انسان جزء الجزء ہے۔

اسی طرح "دلالت التزامی" کا معاملہ یہ ہے کہ ایک شے کے کئی لوازم ہو سکتے ہیں اور ایسے کہ ان میں سے بعض بہ مقابلہ دوسرے بعض کے اپنے ملزوم کے زیادہ قریب ہوتے ہیں، اور جو زیادہ قریب ہوتے ہیں ان کے ذریعہ ملزوم کو جلدی سمجھا جا سکتا ہے۔

۶۔ تنبیہ: تفصیلِ بالا سے ظاہر ہے کہ "علمِ بیان" کے مطابق معنی مقصود کی ادائیگی کے لئے ان الفاظ کا استعمال نہیں ہوتا جو کہ اس کی ادائیگی کے لئے وضع ہوتے ہیں بلکہ ان الفاظ کا استعمال ہوتا ہے جو کہ معنی مقصود سے تضمن والتزام کے طور پر تعلق رکھنے والے امور پر دلالت کریں۔

سوالات

(۱) علم بیان کی تعریف کیجئے اور مثالوں سے توضیح کیجئے۔

(۲) علم بیان کی حقیقت ذکر کیجئے۔ (۳) دلالت کی کن اقسام سے اہل بلاغت بحث کرتے ہیں اور ان کو کیا عنوان دیتے ہیں؟ (۴) علم بیان کا موضوع کیا ہے؟

(۵) دلالت تضمنی و التزامی ہی علم بیان کا موضوع کیوں ہیں؟

(۶) علم بیان کے مطابق الفاظ کی دلالت کس قسم کے معانی پر ہوتی ہے؟

مجاز

ذکر کیا جا چکا ہے کہ علمِ بیان کا حاصل یہ ہے کہ معنی مقصود کی ادائیگی کے لئے جو الفاظ وضع ہوتے ہیں، معنی مقصود کے لئے ان کا استعمال نہ کر کے دوسرے الفاظ لائے جائیں جو کہ تضمن[1] یا التزام کے طور پر معنی مقصود پر دلالت کریں۔

لفظ کو جس معنی کے لئے وضع کیا جاتا ہے اس معنی کو "موضوع لہٗ" اور دوسرے معنی جس کے لئے اس کا استعمال ہوتا ہے اس کو "غیر موضوع لہٗ" کہتے ہیں۔

کسی لفظ کو جب معنی موضوع لہٗ، کے علاوہ کسی دوسرے معنی کے لئے استعمال کیا جائے تو معنی موضوع لہٗ اور غیر موضوع لہٗ، دونوں کے درمیان تعلق تو ہوگا ہی، اس لئے کہ تعلق و مناسبت کی بنیاد پر ہی ایک معنی کے بجائے دوسرے معنی کو مُراد لیا جاتا ہے۔ ساتھ ہی معنی غیر موضوع لہٗ، کے مُراد لینے

---

[1] تضمن کا مطلب ہے کہ لفظ مستعمل کا مصداق اصل معنی مقصود کا جزء ہو جو کہ اپنے "کُل" کو بتائے اور التزام یہ ہے کہ مصداق لازم ہو جو کہ ملزوم کو بتائے۔

پر کوئی قرینہ بھی ہونا چاہیئے۔ اگر لفظ کے معنی موضوع لہٗ اور غیر موضوع لہٗ کے درمیان تعلق کے ہوتے ہوئے کسی قرینہ کی بنا، پر غیر موضوع لہٗ معنی کو مراد لیا جائے، تو لفظ کو "مجاز" کہتے ہیں۔

پھر اگر معنی موضوع لہٗ و غیر موضوع لہٗ دونوں کے درمیان تعلق "تشبیہ" کا ہو تو مجاز کو "استعارہ" کہتے ہیں۔ اور اگر کوئی دوسرا تعلق ہو، جس کا تذکرہ آگے آئے گا، تو اس کو "مجازِ مُرسَل" کہتے ہیں۔

جیسے جو لفظ مجاز کے طور پر استعمال ہوتا ہے اس کے ایک معنی اصلی موضوع لہٗ اور دوسرے معنی موقع پر مقصود و غیر موضوع لہٗ ہوتے ہیں۔ اسی طرح "کنایہ" کے طور پر جو لفظ استعمال ہوتا ہے اس کے بھی دو معانی ہوتے ہیں مگر دونوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ مجاز کے ساتھ جو قرینہ ہوتا ہے اس کی بنا پر اس کے اصلی معنی مُراد نہیں لئے جاسکتے اور "کنایہ" کا معاملہ یہ ہے کہ اصلی معنی کو بھی مُراد لیا جاسکتا ہے۔

مجاز کا استعمال دو طرح ہوتا ہے، ایک یہ کہ فعل کی اسناد و نسبت حقیقۃً جس کی طرف ہونی چاہیئے اس کے بجائے غیر کی طرف کردی جائے اس کو "مجازِ عقلی" کہتے ہیں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ لفظ کے اصلی معنی کے بجائے کوئی دوسرے معنی مُراد لئے جائیں، اس کو "مجازِ لغوی" کہتے ہیں۔ مجاز کی زیادہ تر بحثیں "مجازِ لغوی" کے تحت ہی آتی ہیں۔

اور "مجاز" کے اندر معنی موضوع لہٗ و غیر موضوع لہٗ کے درمیان جو تعلق د

مناسبت کی بحث آتی ہے اس کا تعلق "مجاز لغوی" سے ہی ہے۔ گزر چکا ہے کہ یہ تعلق اگر "تشبیہ" کا ہو تو "مجاز" کو "استعارہ" ورنہ "مجاز مرسل" کہتے ہیں پہلے ہم "تشبیہ" سے متعلق ضروری تفصیلات ذکر کر رہے ہیں پھر "استعارہ و مجاز مرسل" کی تفصیلات آئیں گی۔

سوالات

(۱) موضوع لہٗ و غیر موضوع لہٗ کس کو کہتے ہیں۔؟ (۲) جب کسی لفظ سے غیر موضوع لہٗ معنی کو مُراد لیا جائے تو کیا کیا چیزیں ضروری ہیں؟ (۳) "استعارہ" اور "مجاز مرسل" کس کو کہتے ہیں؟ (۴) مجاز و کنایہ میں کیا مناسبت ہے اور کیا فرق ہے؟ (۵) مجاز عقلی اور مجاز لغوی میں کیا فرق ہے؟ (۶) استعارہ و مجاز مرسل، مجاز کی کس قسم کی اقسام ہیں۔؟

فصل اوّل
تشبیہ

۱۔ **تعریف:** کلمات تشبیہ میں سے کسی کے ذریعہ دو یا دو سے زائد چیزوں کی ایک یا ایک سے زائد وصف میں شرکت کو بیان کرنا خواہ کلمات تشبیہ مذکور ہوں یا مذکور نہ ہوں لیکن ملحوظ ہوں۔

۲۔ **ارکانِ تشبیہ:** یہ چار ہیں: (الف) مشبّہ (ب) مشبّہ بہ (ج) اداۃ تشبیہ (د) وجہ شبہ۔

(الف) **مشبّہ:** وہ امر جسے شریک بتایا جائے۔

(ب) **مشبّہ بہ:** وہ امر جس کے ساتھ شریک بتایا جائے ـــ ان دونوں کو "طرفا التشبیہ" (تشبیہ کے دو کنارے دو حصے) بھی کہہ دیا کرتے ہیں کہ تشبیہ کے باب میں اصل یہی دونوں ہوتے ہیں۔

(ج) **اداۃ شبہ:** وہ کلمہ جو مشابہت کے معنی دے۔

(د) **وجہ شبہ:** وہ وصف جس میں مشبّہ اور مشبّہ بہ کی شرکت بیان کی جائے۔

۳۔ **امثلہ مع توضیح:** (الف) زید بہادری میں شیر کی مانند ہے

(ب) انت کالشمس فی الضیاء

پہلی مثال میں لفظ "زید" اور دوسری میں "انت" مشبّہ ہے۔ اور پہلی میں "شیر" اور دوسری میں "الشمس" مشبّہ بہ ہے۔ پہلی میں

"مانند" اور دوسری میں "ک" کلمات تشبیہ ہیں اور پہلی میں "بہادری اور دوسری میں "الضیاء" وجہ شبہ ہیں۔

۴۔ **تنبیہ بابت اداۃ شبہ**: مشابہت کے معنی دینے والا کلمہ اسم کبھی ہوتا ہے اور فعل حرف بھی۔

اسمَ جیسے مثل وشبہ ونحو فعل جیسے شبہ، مشبّہ، تشبّہ مشابہ، تشابہ وغیرہ حرف جیسے ک اور کأنّ۔

البتہ ک وکأنّ کے استعمال میں یہ فرق ہے کہ "ک" کے بعد آنے والا اسم مشبّہ بہ ہوتا ہے اور "کأنّ" کے بعد مشبّہ مذکور ہوتا ہے۔ مشبّہ بہ کأنّ کی خبر کے طور پر لایا جاتا ہے جیسے زید کالاسد اور کأن زیدًا أسد، دونوں مثالوں میں زید" مشبّہ اور" اُسد" مشبّہ بہ ہے مگر پہلی میں" اداۃ شبہ۔ لك ۔ کے بعد الأسد مذکور ہے جوکہ مشبہ بہ ہے اور دوسری میں" اداۃ شبہ" کأنّ کے بعد" زید" ہے جوکہ مشبّہ ہے۔

دوسری بات یہ کہ "کأنّ" تشبیہ کے معنی اسی وقت دیتا ہے جبکہ اس کی خبر جامد ہو جیسے مثال مذکور میں اور اگر اس کی خبر مشتق ہو تو وہ شک کے معنی دیتا ہے جیسے کأنك قائم

۵۔ **تنبیہ بابت وجہ شبہ**:

(الف) وجہ شبہ، مشبہ بہ کے اندر بمقابلہ مشبّہ کے زیادہ اور قوی ہوتی ہے جیسے بہادری، شیر میں بمقابلہ انسان کے زیادہ ہوتی ہے۔

(ب) وجہ شبہ کو عموماً "فی" کا مجرور بناکر ذکر کیا جاتا ہے۔ مگر کبھی بطور تمیز و مفعول مطلق بھی لاتے ہیں جیسے قلبہ کالحجارۃ قسوۃً وصلابۃً اس میں "قسوۃً وصلابۃً" جو کہ تمیز ہیں، وجہ شبہ ہیں۔

ایسے ہی "ثار فلان ثوران الاسد" (فلاں شیر کی طرح بھڑک اٹھا) ثوران مفعول مطلق ہے جو کہ وجہ شبہ ہے مگر اس صورت میں وجہ شبہ کو "مشبّہ بہ" کی طرف مضاف کرکے ذکر کیا کرتے ہیں۔

سوالات

(۱) تشبیہ کی تعریف کیجئے (۲) تشبیہ کے ارکان کتنے ہیں اور کیا کیا؟ مثال سے سمجھایئے (۳) اداۃ تشبیہ کیا کیا چیزیں ہو سکتی ہیں؟ (۴) کَ اور کأنّ میں کیا فرق ہے نیز کأنّ شک کے معنی کب دیتا ہے؟ (۵) وجہ شبہ کی کتنی اقسام ہیں اور کیا کیا؟ سمجھایئے۔ (۶) اشعار ذیل میں ارکان تشبیہ کی نشان دہی کیجئے:

۱۔ رُبَّ لیلٍ کأنّہُ الصبح فی الحسن وان کان اسود الطیلسان (چادر)

۲۔ انت کالبحر فی السماحۃ والشمس علوّاً والبدر فی الاشراق

۳۔ العمر مثل الضیف او کالطیف لیس لہٗ اقامۃ

۴۔ جبین فلان کصفحۃ المرأۃ صفاءً وتلألؤاً

اقسامِ تشبیہ

(۱)

۱۔ تمہید: ذکر کیا جا چکا ہے کہ تشبیہ کے چار ارکان ہیں۔ مشبّہ، مشبّہ بہ، اداۃ شبہ، وجہ شبہ۔ آخری دونوں رکن کبھی حذف کر دیے جاتے ہیں کبھی دونوں، اور کبھی کوئی ایک۔ اس طرح کل پانچ اقسام بنتی ہیں:

(الف) تشبیہ مرسل (ب) تشبیہ مؤکد (ج) تشبیہ مفصّل (د) تشبیہ مجمل (ہ) تشبیہ بلیغ۔

(الف) **تشبیہ مرسل**: وہ تشبیہ جس میں اداۃ شبہ مذکور ہو، جیسے تشبیہ کی گذشتہ امثلہ۔

(ب) **تشبیہ مؤکد**: وہ تشبیہ جس میں اداۃ شبہ مذکور نہ ہو، جیسے:۔ زیدٌ بہادری میں شیر ہے۔ زیدٌ حاتم فی الجود پہلی مثال میں "مانند" اور دوسری میں "ک" "مثل" محذوف ہے۔

۲۔ تنبیہ: اداۃ شبہ کے حذف کی صورتیں

"اداۃ شبہ" کے حذف کی صورت میں تشبیہ کے استعمال کی آٹھ صورتیں ذکر کی گئی ہیں: ———

(۱) مشبّہ بہ خبر ہو، جیسے: الماءُ لُجَیْنٌ (چاندی)

(۲) مشبّہ بہ حال ہو، جیسے سال الماءُ لُجَیْنًا

(۳) مشبّہ بہ مصدر مضاف ہو اور نوعیت کو بیان کرتا ہو، جیسے،
صفا الماء صفاء اللُّجین

(۴) مشبّہ بہ خود مشبہ کی جانب مضاف ہو، جیسے: سالَ لُجین الماء
(چاندی جیسا پانی بہہ رہا ہے)

(۵) مشبّہ بہ افعال قلوب میں سے کسی کا مفعول ثانی ہو جیسے: علمتُ الماءَ لُجینًا

(٦) مشبّہ بہ صفت ہو جیسے، سال ماءٌ لجینٌ (یہاں لجین جامد ہے مگر اسے صفت بنایا گیا ہے مشتق کی تاویل میں مان کر)

(۷) مشبّہ مشبّہ بہ کی طرف اس طور پر مضاف ہو کہ مضاف الیہ یعنی مشبّہ بہ مضاف یعنی مشبّہ کا بیان واقع ہو جیسے: سال ماء اللجین
ای سال ماء هو اللجین

(۸) مشبّہ کو مشبّہ بہ کے ذریعہ بیان و واضح کیا جائے جیسے جری ماء من لجین، کہ اس میں من لجین، ماء کی تفسیر ہے۔

(ج) **تشبیہ مُفصّل**:۔ وہ تشبیہ جس میں وجہ شبہ مذکور ہو، جیسے تشبیہ مرسل و مؤکد کی مذکورہ مثالیں۔

(د) **تشبیہ مجمل**:۔ وہ تشبیہ جس میں وجہ شبہ مذکور نہ ہو جیسے "زید مانند شیر ہے" اور "زید کحاتم" دونوں میں وجہ شبہ محذوف ہے۔

(ہ) **تشبیہ بلیغ**: وہ تشبیہ جس کے اداۃ شبہ اور وجہ شبہ دونوں کو حذف کر دیا جائے جیسے "زید شیر ہے"۔ زیدٌ حاتمٌ۔

اس کو بلیغ اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں وجہ شبہ واداۃ شبہ دونوں کو حذف کر دیا گیا ہے اور تشبیہ ملحوظ ہے تو اس صورت میں بایں معنی مبالغہ پیدا ہو گیا ہے کہ "مشبّہ" کو بعینہٖ "مشبّہ بہ" بنا دیا گیا ہے، اس لئے پانچوں صورتوں میں سب سے قوی و فائق یہی قسم وصورت ہے، اور اس سے بھی فائق یہ صورت ہے کہ "مشبّہ" کو یا مشبہ بہ کو بھی چھوڑ دیا جائے۔ بس صرف ایک کو ذکر کیا جائے اور دوسرے کے بعض لوازم کو ذکر کیا جائے جیسے "رأیت اسدًا یخاطب الناس" اس میں "اسدًا" کا مشبہ مذکور نہیں ہے، یہ صورت اس لئے سب سے فائق ہے کہ تشبیہ میں حذف سے قوت پیدا ہوتی ہے۔

۳۔ تنبیہ: اگر تشبیہ میں مشبّہ و مشبّہ بہ میں سے کسی کو حذف کر دیا جائے تو یہ صورت "تشبیہ" کی نہیں کہلاتی ہے بلکہ اصطلاحی طور پر اس کو "استعارہ" کہتے ہیں۔

سوالات

(۱) اداۃ تشبیہ و وجہ شبہ کے ذکر و حذف کے اعتبار سے تشبیہ کی کل کتنی اقسام نکلتی ہیں۔؟

(۲) ہر ایک کی تعریف و امثلہ ذکر کیجئے۔ (۳) اداۃ شبہ کے حذف کی صورتیں تفصیل سے بیان کیجئے

(۴) تشبیہ بلیغ اور جس تشبیہ سے وجہ شبہ محذوف ہو، وہ قوی و فائق کیوں ہیں؟ (۵) امثلہ ذیل میں اقسام مذکورہ کی نشاندہی کیجئے:

۱۔ کأنه النهار الزاهر

۲۔ زرنا حديقة كأنها الفردوس فى الجمال والنهار

۳۔ العالم سراج امته

۴۔ رأيت الحاتم فى قريتى

۵۔ اذا نلت منك الودّ فالمال هيّنٌ وكلّ الّذى فوق التراب تراب

(محبت)

اقسامِ تشبیہ

(۲)

گذشتہ اقسامِ تشبیہ کی بنیاد ارکان کے ذکر و حذف پر ہے۔ ان اقسام کے علاوہ تشبیہ کی بعض دوسری اقسام بھی معروف ہیں۔ یہاں ان میں سے چند کا ذکر کیا جارہا ہے :۔

(الف) تشبیہ مقلوب (ب) تشبیہ ضمنی (ج) تشبیہ غیر تمثیل (د) تشبیہ تمثیلی

(الف) تشبیہ مقلوب

۱۔ تعریف : وہ تشبیہ ہے جس میں مشبّہ کو مشبّہ بہ بنایا جائے۔

۲۔ غرض۔ ایسا کرنے کی بنیاد یہ ہوتی ہے کہ "وجہ شبہ" کو بجائے اصل مشبّہ بہ کے اصل مشبّہ میں زیادہ قوی بتایا یا پایا جاتا ہے اور قاعدہ کی رو سے وجہ شبہ کو مشبّہ بہ کے اندر زیادہ قوی ہونا چاہیے اس لئے جب وجہ شبہ کو خود مشبہ بہ کے اندر کمزور بتایا یا پایا جائے تو "مشبّہ" کو "مشبّہ بہ" کے درجہ میں قرار دے دیا کرتے ہیں۔

۳۔ مثال :۔ وَبَدَا الصَّبَاحُ كَأَنَّ غُرَّتَهُ
وَجْهُ الخَلِيفَةِ حِينَ يُمْتَدَحُ

(صبح ہوتی ہے اس طرح کہ اس کی چمک، خلیفہ کے چہرے کی چمک معلوم ہوتی ہے جبکہ اس کی مدح کی جارہی ہو)۔

اس مثال کے اندر چمک میں صباح کو مشبہ قرار دیا گیا ہے اور خلیفہ کے چہرے کو مشبہ بہ۔ حالانکہ اصلاً صباح مشبہ بہ ہے مگر مبالغۃً ایسا کردیا گیا ہے تاکہ اصل مشبہ کے اندر وجہ شبہ کی قوت کو بتایا جائے اور مدح میں زیادہ سے زیادہ مبالغہ ہو۔

ب) تشبیہ ضمنی

۱۔ تعریف :۔ وہ تشبیہ جو کلام کے اندر اشارۃً وتلمیحاً واقع ہو، یعنی تشبیہ کے معروف طریقے ومعروف ارکان کے ساتھ نہ ہو۔

۲۔ غرض ؛ اس کی یہ ہوتی ہے کہ مشبہ کی طرف منسوب امر کے امکان کو بیان کیا جائے۔

اور چونکہ اس میں ارکانِ تشبیہ کم از کم صراحت کے ساتھ مذکور نہیں ہوتے اس لئے یہ صورت تشبیہ کی بقیہ تمام صورتوں سے زیادہ بلیغ وقوی ہوتی ہے۔ تشبیہ کے اندر جتنا اخفاء ہو اتنا ہی کلام کے حسن میں اضافہ ہوتا ہے۔

۳۔ مثال :۔ قد یشیب الفتی ولیس عجیباً
(بوڑھا ہونا)

ان یری النور فی القضیب الرطیب
(پھول وپھل) (شاخ) (تازہ)

شاعر نے اس شعر میں یہ مضمون ذکر کیا ہے کہ کبھی بعض نوجوانوں میں جوانی کے ایام میں ہی بڑھاپے کے آثار وکمالات ظاہر ہونے لگتے ہیں اور یہ کوئی عجیب بات نہیں ہے اس لئے کہ کبھی نئی وتازہ شاخیں بھی پھل وپھول دینے لگتی ہیں۔ اس شعر میں شاعر نے ایسے جوان کو نوپید پھل دینے والی ٹہنی

تشبیہ دی ہے مگر کلام میں نہ تو اداۃ تشبیہ و وجہ شبہ ہے اور نہ بظاہر مشبہ و مشبہ بہ ہے، اس لئے یہ تشبیہ ضمنی ہے۔

(ج) تشبیہ غیر تمثیل

۱۔ تعریف۔ وہ تشبیہ جس میں وجہ شبہ صرف ایک شے ہو یا متعدد ہوں مگر سب الگ الگ مقصود ہوں۔

۲۔ امثلہ۔ (الف) گذشتہ مثالیں سب وصف واحد کے وجہ شبہ ہونے کی ہیں (ب) ایک ہی کلام میں متعدد اوصاف کا الگ الگ وجہ شبہ ہونا اس کی مثال ہے ۔

وليلٍ كموجِ البحر ارخىٰ سُدُوله علیّ بانواع الهموم ليبتلی

(ڈھیلا کرنا) (پردے) (قسم قسم کے رنج)

اس شعر میں شاعر نے رات کو سمندر کی موجوں سے دو چیزوں میں تشبیہ دی ہے ایک تاریکی میں دوسرے خوف و دہشت میں، پہلے کی طرف "ارخیٰ سدولہ" سے اشارہ ہے اور دوسرے کی طرف "بانواع الهموم" سے ۔

(د) تشبیہ تمثیل

۱۔ تعریف۔ وہ تشبیہ جس میں متعدد اوصاف اس طرح وجہ شبہ بنائے جائیں کہ تشبیہ میں ان متعدد اوصاف کی مجموعی ہیئت مقصود ہو، افراد الگ الگ نہیں ۔

۲۔ مثال۔ كأنَّ الهِلَالَ نُونُ لُجَينٍ غَرِقَتْ فِي صَحِيفَةٍ زَرْقَاء

(ورق)

(گویا کہ چاند چاندی کا "نون" (حرف) ہے، جو کہ نیلے ورق میں ڈوبا ہوا ہے۔)

اس میں شاعر نے نیلے آسمان پر مانند قوس چمکتے ہوئے چاند کو نیلے ورق پر چاندی کے بنے ہوئے حرف "نون" سے تشبیہ دی ہے۔ اس میں وجہ شبہ نہ امر واحد ہے اور نہ متعدد امور الگ الگ بلکہ ایک مجموعی ہیئت وحالت جس کا حاصل ہے "کسی سفید وچمک دار شے کا کسی نیلی شے کے اندر پایا جانا"

۷) **اقسام باعتبار افراد وترکیب مشبّہ ومشبّہ بہ** :- مشبّہ ومشبّہ بہ خود کبھی مفرد ہوتے ہیں اور کبھی مرکب، اس اعتبار سے تشبیہ کی چار صورتیں بنتی ہیں: (۱) مشبّہ ومشبّہ بہ دونوں مفرد ہوں، (۲) دونوں مرکّب ہوں، (۳) مشبّہ مفرد اور مشبہ بہ مرکب ہو، (۴) مشبّہ مرکّب اور مشبّہ بہ مفرد ہو۔

"مُرکّب" سے "تشبیہ تمثیل" والی ترکیب، یعنی چند اشیار وامور کی مجموعی ہیئت کا مقصود ہونا، مراد ہے۔ اسی لئے "تشبیہ تمثیل" کو "مرکب اور مؤلف" کہتے ہیں اور تشبیہ غیر تمثیل کو "مفرد، ومُفرّق" کہہ دیا کرتے ہیں اور تشبیہ غیر تمثیل کے وجہ شبہ کو "وجہ شبہ مفرد" اور تشبیہ تمثیل کے وجہ شبہ کو "وجہ شبہ مرکب" کہتے ہیں۔

(ز) **اقسام باعتبارِ تعدّد مشبّہ ومشبّہ بہ بدونِ ترکیب**

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک ہی جملے یا دو جملوں میں متعدد مشبّہ اور مشبّہ بہ مذکور ہوتے ہیں اور تشبیہ غیر تمثیل وتشبیہ مفرد کی صورت ہوتی ہے، اور اس میں دّو حالتیں ہوتی ہیں، ایک یہ کہ پہلے جتنے مشبّہ

ہوں ان کو ذکر کیا جائے، پھر ترتیب کے ساتھ مشبّہ بہ کو لایا جائے۔ اسے "تشبیہ ملفوف" کہتے ہیں۔ دوسری حالت یہ کہ ہر مشبّہ کے ساتھ اس کے مشبہ بہ کو ذکر کیا جائے، اسے "تشبیہ مفروق" کہتے ہیں۔ اوّل کو ملفوف اسلئے کہ تمام مشبّہ اور مشبّہ بہ ایک دوسرے سے متصل ہوتے ہیں، اور دوم کو مفروق اس لئے کہ ہر ہر مشبّہ و مشبّہ بہ دوسرے سے الگ ہوتا ہے۔

سوالات

(۱) تشبیہ مقلوب کی تعریف و توضیح کیجئے (۲) تشبیہ مقلوب کی غرض بتایئے۔ (۳) تشبیہ ضمنی کا کیا مطلب ہے وضاحت کیجئے اور غرض بتایئے۔ (۳) تشبیہ تمثیل وغیر تمثیل میں کیا فرق ہے، مثالوں سے سمجھایئے (۴) مشبہ و مشبہ بہ کے افراد و ترکیب کی کتنی صورتیں بنتی ہیں؟ (۵) تمثیل وغیر تمثیل کے دیگر عناوین کیا ہیں (۶) تشبیہ ملفوف کس کو کہتے ہیں؟ (۷) تشبیہ مفروق کیا ہے؟ (۸) امثلۂ ذیل میں اقسام مذکورہ کی نشاندہی کیجئے:۔

۱۔ کأن النسیم فی الرقۃ اخلاقہ ۲۔ کان الماء فی الصفاء طباعۂ

۳۔ اصبح شعری منھما فی مکانہ — وفی عنق الحسناء لیستحسن العقد
میرا شعر ممدوح کے حق میں موزوں ہوگیا — اور حسین عورت کے گلے میں ہار اچھا ہی لگتا ہے۔

۴۔ کرم تبین فی کلامك ماثلاً — ویبین عتقُ الخیل من اصواتھا

۵۔ وتراہ فی ظلم الوغی فتخالہٗ — قمراً یکر علی الرجال بکوکب
(تاریکی جنگ) (خیال کرنا)

۶۔ وما الموت الا سارقٌ دقّ شخصہ — یصول بلا کفٍ ویسعی بلا رجل

اغراضِ تشبیہ

بلیغ اپنے کلام میں جو بھی اسلوب اپناتا ہے، اس کی کوئی نہ کوئی معنوی حکمت ہوا کرتی ہے، تشبیہ بھی اسبابِ بلاغت میں سے ہے، لہٰذا اس کا اپنانا بھی مختلف معنوی حکمتوں کی بنا پر ہوتا ہے، جن سے صاحبِ کلام بخوبی واقف ہوتا ہے، اور سُننے والے بھی فن سے متعلق اپنی معلومات کی بنا پر ان کو خوب سمجھتے ہیں۔ یہ معنوی حکمتیں "اغراضِ تشبیہ" کہلاتی ہیں جو کہ متعدد ہیں۔ یہاں ان میں سے چند کا ذکر کیا جارہا ہے:۔

۱۔ مشبّہ کے امکان کو بیان کرنا، ۲۔ مشبّہ کے حال کو بیان کرنا۔
۳۔ مشبّہ کے حال وصفت کے معیار و مقدار کو بیان کرنا، ۴۔ مشبّہ کا حال سامع کے ذہن نشین کرنا، ۵ مشبّہ کی تعظیم یا تحقیر

۱۔ مشبّہ کے امکان کو بیان کرنا

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مشبّہ کی طرف کسی ایسی چیز کی نسبت ہوتی ہے جو اپنی ذات کے اعتبار سے عجیب و غریب ہوتی ہے اور بظاہر ناممکن معلوم ہوتی ہے، تو تشبیہ کے ذریعہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ جس طرح مشبّہ بہ ممکن ہے اسی طرح مشبّہ بھی ممکن ہے کہ تعجب و غرابت کا پہلو مشبّہ بہ میں بھی ہوتا ہے۔ مثلاً ؎

دانٍ الی ایدی العفاۃ وشاسعٌ ۔ من کل ندیً فی الندی وضریب
قریب ۔ ضرورتمند ۔ دور ۔ سخی ۔ سخاوت ۔ مثیل و نظیر

اس شعر میں شاعر نے اپنے ممدوح کے لئے دو متضاد اوصاف بیان کیے ہیں، اوّل قریب ہونا، دوم دُور ہونا۔ قریب ہونا محتاج و ضرورت مند کے لئے اور دور ہونا سخاوت میں اپنے احباب یا کسی ہم مثل کے لئے۔ اور کسی کے اندر متضاد صفات کا پایا جانا ممکن نہیں ہے۔ اس لئے اس شعر کے بعد دوسرے شعر میں شاعر نے ضدین کے اجتماع کے امکان کو بصورتِ تشبیہ یوں ذکر کیا ہے ؎

کالبدرِ اَفْرطَ فی العلوّ وضوئہ — للعصبۃ السارین جدّ قریب
(بہت بلندی میں ہوتا ہے) — (چلنے والے لوگوں کے لئے بہت قریب)

یعنی میرے ممدوح کے اندر قرب و بعد کے جمع ہونے پر کیا اشکال ہے کہ چاند کے اندر یہ دونوں وصف جمع ہیں وہ بلندی میں انسانوں سے بہت دور ہوتا ہے مگر اس کی روشنی میں انسان نہایا ہوا ہوتا ہے۔

۲۔ مشبّہ کے حال کا بیان

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مشبّہ تشبیہ سے پہلے مجہول الصفۃ ہوتا ہے کہ کوئی اس کے حال و کمال سے واقف نہیں ہوتا، تو تشبیہ کے ذریعے اس کے حال و کمال کو واضح کیا جاتا ہے۔ مثلاً ؎

کأنک شمسٌ والملوک کواکب — اذا طلعت لم یبدُ منھن کوکب

اس شعر میں شاعر نے اپنے ممدوح بادشاہ کے کمال کو بذریعہ تشبیہ یوں واضح کیا ہے کہ تیرا حال تو سورج کے جیسا ہے اور تیرے سامنے باقی سلاطین ستاروں کی مانند ہیں کہ سورج جب طلوع ہوتا ہے تو سارے

ستارے نگاہوں سے اوجھل ہو جاتے ہیں، اسی طرح تیری شہرت وعزّت کے آگے سارے سلاطین کی شہرت وعزّت ماند ہو چکی ہے۔

۳۔ مشبہّ کے حال وصفت کے معیار و مرتبہ کا بیان

کبھی سامع کو مشبہّ کی کسی خاص صفت کا تو علم ہوتا ہے مگر مشبہّ کو اس صفت میں جو کمال و معیار حاصل ہوتا ہے اس کا علم اس کو نہیں ہوتا، ایسی صورت میں تشبیہ کے ذریعے اس کے کمال و مرتبہ کو بیان کیا جاتا ہے، جیسے ؎

فیها اثنتان واربعون حلوبة　　　سودًا کخافیة الغراب الاسحم

(ان اونٹوں میں ۴۲ دودھاری اونٹنیاں ہیں، ایسی کالی جیسے انتہائی کالے کوّے کے بازوؤں کے اندر کے بال)

سامع کو متکلم کے پاس کالے رنگ کے اونٹوں کے ہونے کا علم تھا مگر ان کے کالے پن کے معیار کا اس کو علم نہیں تھا، شعر کے دوسرے مصرع میں تشبیہ کے ذریعہ اسی چیز کو واضح کیا گیا ہے۔

۴۔ مشبہّ کا حال سامع کے ذہن نشین کرنا

سامع ایک حال سے واقف ہوتا ہے مگر وہ حال سامع کے ذہن نشین نہیں ہوتا، جس کی وجہ سے وہ اس حال کے مناسب معاملہ نہیں کرتا، تو تشبیہ کے ذریعہ ایسے حال کو مخاطب کے ذہن نشین کرایا جاتا ہے تاکہ وہ اس حال کا لحاظ رکھے اور اپنی اس نامناسب حرکت سے باز رہے جیسے ؎

إنّ القلوب اذا تنافر وُدّها　　　مثل الزجاجة کسرها لایجبر

(جن دلوں کا لگاؤ و تعلق برگشتہ ہو جاتا ہے، وہ شیشے کی مانند ہوتے ہیں کہ ٹوٹا ہوا شیشہ جوڑا نہیں جاسکتا)۔

مخاطب اس امر سے واقف ہے کہ دل جب کسی شے یا کسی شخص سے بھر جاتا ہے تو دوبارہ اس کی طرف بمشکل متوجہ ہوتا ہے پھر بھی اس سے ایسی حرکتیں سرزد ہوتی رہتی ہیں جن سے احباب کے دل ٹوٹتے ہیں۔ شاعر نے اس شعر میں تشبیہ کے ذریعہ دل کا یہ حال مخاطب کو ذہن نشین کرانے کی کوشش کی ہے یہ کہکر کہ دل کا معاملہ شیشے کی مانند ہے کہ جیسے ٹوٹا ہوا شیشہ نہیں جوڑا جاسکتا، ٹوٹا ہوا و برگشتہ دل بھی نہیں جوڑا و موڑا جاسکتا۔

تنبیہ: تشبیہ کی یہ غرض ان مواقع کے ساتھ خاص ہے جہاں مشبّہ کوئی امر معنوی ہو۔

۵۔ مشبّہ کی تعظیم یا تحقیر

کبھی تشبیہ کی غرض مشبّہ کی تعظیم یعنی اس کی بڑائی و حسن و خوبی کو بیان کرنا ہوتا ہے، جیسے کہ کبھی اس کے ذریعہ مشبّہ کی برائی و بدصورتی کو بیان کیا جاتا ہے جیسے ؎

وتفتحُ۔ لا کانت۔ فمًا لو رأیتہ توهمتَہ باباً من النار یُفتح

(وہ کھولتی ہے۔ اللہ کرے وہ نہ رہے۔ ایسا منہ کہ اگر تم اس کو دیکھو، تو اسے جہنّم کا کوئی دروازہ خیال کرو جسے کھول دیا گیا ہو۔)

اس شعر میں محض تحقیر کی غرض سے شاعر نے اپنی بیوی کے کھلے ہوئے منھ کو جہنم کے کھلے ہوئے دروازہ سے تشبیہ دی ہے۔

۶۔ **تنبیہ**: عموماً اغراضِ تشبیہ کا تعلق مشبَّہ سے ہوتا ہے، جیسا کہ گزشتہ تفصیلات سے واضح ہے۔ لیکن کبھی ان اغراض کا تعلق مشبہ بہ سے بھی ہوتا ہے مگر اسی وقت جبکہ مشبَّہ بہ کو مشبہ بنا کر ذکر و پیش کیا جائے۔ یعنی تشبیہ مقلوب میں، اور چونکہ مشبَّہ بہ سے یہ تعلق اس کو مشبّہ بنانے کی وجہ سے ہی قائم ہوتا ہے اس لئے یہی کہا جائے گا کہ اغراضِ تشبیہ کا تعلق صرف مشبَّہ سے ہوتا ہے خواہ حقیقتاً مشبَّہ ہو یا تقدیراً، تقدیراً کا مطلب یہ ہے کہ اصلاً مشبَّہ بہ ہو مگر اسے مشبہ مان لیا گیا ہو۔

سوالات

(۱) اغراض تشبیہ سے کیا مراد ہے؟ (۲) مشبَّہ کے امکان کا کیا مطلب ہے؟ (۳) مشبَّہ کے حال اور مقدار حال کے بیان کا کیا مطلب ہے؟ مثال سے واضح کیجئے۔ (۴) مشبہ کا حال سامع کے ذہن نشین کرانے کی ضرورت کب پڑتی ہے؟ (۵) مشبہ کی تعظیم و تحقیر کی مثالیں اپنی طرف سے دیجئے۔ (۶) امثلہ ذیل میں اغراض تشبیہ کی نشاندہی کیجئے:

۱۔ کم ابٍ قد علا بابنٍ ذرا شرف   کما علا برسول اللہ عدنان

(کتنے خاندان بیٹوں کی وجہ سے عزت کی بلندیوں پر پہنچ گئے جیسے کہ خاندان عدنان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے بلندی کو پہنچ گیا)

۲۔ اری کل ذی جودٍ الیك مصیرہ   کأنك بحرٌ والملوك کواکبُ

(سخاوت) (لوٹنا)

۳۔ ما قوبلتْ عیناہ الا ظنّتا   تحت الدُّجیٰ نار الفریق حلولا

(تاریکی کے نیچے، اترتے ہوئے قافلے کی آگ)

۴۔ مددتَ بدیك نحوھم احتفاءً   کمدّھما الیھم بالھبات

(پھیلانا) (جانب) (اکرام و اعزاز کے لئے)

۵۔ واذا اشار محدّثاً فکأنّہ   قِردٌ یقھقہ او عجوزٌ تلطم

(طمانچہ مارنا)

حسّی وعقلی کی تعریفات

۱۔ تمہید: آگے تفصیل آنے والی ہے کہ ارکانِ تشبیہ میں سے مشبّہ ومشبّہ بہ نیز وجہ شبہ کبھی حسی ہوتے ہیں اور کبھی عقلی۔ علم بیان کی اصطلاح میں ان دونوں کا مخصوص مفہوم ہے اسلئے پہلے ان سے متعلق تفصیلات ذکر کی جارہی ہیں پھر یہ تفصیل آئے گی کہ ارکان کے حسی وعقلی ہونے کی صورتیں واحکام کیا ہیں۔

یہ تو بخوبی معلوم ہے کہ گفتگو سے مقصود عام طور پر صرف الفاظ نہیں ہوتے بلکہ معانی اور الفاظ کے مدلولات مقصود ہوتے ہیں۔ یہ معانی ومدلولات کبھی تو ایسے ہوتے ہیں کہ انسان ان کا ادراک حواسِ ظاہرہ کے ذریعہ کرتا ہے، مثلاً آنکھوں سے ان کو دیکھتا ہے یا زبان سے چکھتا ہے، اسی طرح ناک سے سونگھتا ہے، ہاتھ سے پکڑتا وچھوتا ہے۔ ایسے معانی کو "امورِ حسیّہ" سے تعبیر کیا کرتے ہیں اور انھیں کو "محسوسات" کہتے ہیں۔

اور بعض معانی ایسے ہوتے ہیں کہ جن کو ظاہری اعضاء سے نہیں سمجھا جاسکتا بلکہ محض عقل سے ان کو جانا وسمجھا جاتا ہے، ایسے معانی کو "امورِ عقلیہ" اور "معقولات" کا عنوان دیتے ہیں عرفِ عام میں حسی وعقلی کا یہی مفہوم ہے لیکن چونکہ مشبّہ ومشبّہ بہ ایسے بھی امور ہوتے ہیں جو کہ مذکورہ تفصیلات کے مطابق مذکورہ دونوں اصطلاحات میں سے کسی کے تحت نہیں آتے،

اس لئے کہ ان کا ادراک نہ تو عقل کے ذریعہ ہوتا ہے اور نہ اعضاء ظاہرہ کے ذریعہ اور علماء بیان ایسے امور کو بھی یا "حسی" کہتے ہیں یا "عقلی" اسلئے "علمِ بیان" کی اصطلاح میں ان ہر دو الفاظ کا معروف مفہوم سے جُداگانہ مفہوم اختیار کیا گیا ہے تاکہ وہ ایسے مشبّہ و مشبّہ بہ کو بھی شامل ہو سکے جو عرفِ عام کے مطابق نہ "حسی" کہے جا سکتے ہیں نہ "عقلی"۔ نیز یہ بھی مقصود ہے کہ ارکان سے متعلق تفصیلات میں زیادہ طول نہ پیدا ہو۔

(الف) حِسّی

۱۔ تعریف: حسّی وہ امر ہے کہ خود اس کا یا اس کے مادہ کا ادراک و علم، حواس خمسہ ظاہرہ میں سے کسی کے ذریعہ کیا جائے۔

۲۔ توضیح و تنبیہات: (الف) حواسِ خمسہ ظاہرہ، یعنی پانچ ظاہری حواس جو حسبِ ذیل ہیں: ۱؎ قوت باصرہ (دیکھنے کی طاقت وصلاحیت) ۲؎ قوت سامعہ (سُننے کی طاقت وصلاحیت) ۳؎ قوتِ شامّہ (سونگھنے کی طاقت وصلاحیت) ۴؎ قوتِ ذائقہ (چکھنے کی قوت وصلاحیت) ۵؎ قوتِ لامسہ (پکڑنے وچھُونے کی طاقت و صلاحیت)

(ب) تعریف میں "مادّہ" کی قید کی وجہ سے حسّی کے تحت "امورِ خیالیہ" بھی آ گئے، کہ خود ان امور کا ادراک حواسِ ظاہرہ سے نہیں ہوتا، البتہ ان کے مادّہ کا ہوتا ہے۔

(ج) علمِ بیان کی اصطلاح میں "خیالی" سے مُراد وہ مرکب ہے جس کے

اجزاء خارج میں موجود ہوں یعنی حقیقی ہوں مگر خود وہ مرکب اور ان کا مجموعہ وجود حقیقی نہ رکھتا ہو بلکہ معدوم ہو، اس کو "خیالی" اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس کے اجزاء کی صورت "خیال" میں رہتی ہے یا یہ کہ قوتِ خیالیہ اسے ترکیب دیتی ہے، جیسے ؎

وکان محمّر الشقیق اذا تصعّد او تصوّب

(اور گویا کہ سرخ سرخ گل لالہ جبکہ نیچے کو جھکتے یا اوپر کو اٹھتے ہیں.

اعلامُ یاقوتٍ نشرن علی رماحٍ من زبرجد

تو وہ یاقوت کے جھنڈے ہوتے ہیں جوکہ زبرجد کے نیزوں پر پھیلائے ہوئے ہوں

اس شعر میں مشبّہ و مشبہ بہ اعلام، یاقوت، رماح، زبرجد، چاروں سے مرکّب ہے، یہ چاروں الگ الگ تو از قبیل محسوسات ہیں کہ سب کا وجود حقیقی ہے، لیکن جس مرکّب کے یہ اجزاء ہیں اور مادہ ہیں، اور جس کو یہاں مشبّہ بہ بنانا مقصود ہے وہ محسوس نہیں ہے اور حس صرف موجود کا ادراک کرتی ہے.

(ب) عقلی

۱. **تعریف**: عقلی وہ امر ہے کہ اس کا یا اس کے مادّہ کا ادراک حواس خمسۂ ظاہرہ میں سے کسی سے نہ کیا جائے.

۲. **توضیح و تنبیہات**۔ (الف) چونکہ عقلی کا ادراک حواس ظاہرہ سے نہیں ہوتا، اس لئے اس کے تحت محسوسات و خیالیات کے علاوہ تمام عقلیات، وہمیات و وجدانیات داخل ہیں۔

(ب) **وہمی**:۔ وہ امر ہے کہ جس کا ادراک یا اس کے مادّہ کا ادراک حواسِ ظاہرہ سے نہ ہو لیکن اگر ہو سکے جبکہ وہ کسی طرح خارج میں پالیا جائے تو اس کا ادراک انھیں حواس کے ذریعہ ہو، جیسے ؎

ایقتلنی والمشرفی مضاجعی
ومسنونۃ زرق کانیاب اغوال

کیا وہ مجھے قتل کرے گا حالانکہ مشرفی تلوار میرے ساتھ رہتی ہے اور صاف ستھرے نیزے جو کہ بھوتوں کے دانتوں کی مانند ہیں

اس شعر میں مشبہ بہ "انیاب اغوال" ہے اور چونکہ خارج میں اس کا کوئی وجود نہیں یعنی ان کا کوئی حقیقی وجود نہیں ہے، اس لئے ان کا ادراک حواس خمسۂ ظاہرہ سے نہیں ہو سکتا، لیکن اگر بالفرض ان کا وجود حقیقی طور پر ہو تو ادراک انھیں حواس کے ذریعہ ہو گا۔

(ج) خیالی اور وہمی کے درمیان فرق یہ ہے کہ "خیالی" کا مادہ خارج میں یعنی حقیقۃً پایا جاتا ہے، لیکن مجموعی ہیئت کا کوئی حقیقی وجود نہیں ہوتا، اور "وہمی" کا نہ تو مادّہ ہی حقیقی وجود رکھتا ہے اور نہ مجموعی ہیئت، اگرچہ تصرّف دونوں میں ایک ہی قوت کا ہوتا ہے، جسے قوّت متخیّلہ" سے تعبیر کرتے ہیں۔ البتہ دونوں کے درمیان اس تصرّف کی نسبت سے یہ فرق ہے کہ "خیالی" میں یہ قوت عقل کی مدد کے ساتھ تصرف کرتی ہے اور "وہمی" میں محض وہم اس کا معاون ہوتا ہے۔ اسی لئے خیالیات کے حق میں اس کو "متخیلہ" ہی کہتے ہیں جیسے اہلِ عرب نے سنا کہ "غول"

درندوں کی مانند کوئی شے ہے جو کہ انسانوں کو ہلاک کر ڈالتی ہے، اس بنیاد پر ان کی "قوت متخیلہ" نے اس کے لئے درندوں جیسی صورت فرض کی اور درندوں کے جیسے اعضاء بھی تجویز کئے۔

(۵) **وجدانی**: وہ امر ہے جس کا ادراک باطنی قوتوں کے ذریعہ ہوتا ہے، اس کے ادراک میں نہ تو حواس خمسۂ ظاہرہ کا دخل ہوتا ہے اور نہ قوتِ عقلیہ کا ہی۔

جیسے بھوک و آسودگی، پیاس و سیرابی، خوشی و غم، خوف و غصہ وغیرہ کہ یہ سارے امور "وجدان" سے متعلق ہیں، قدرت نے انسان کے اندر جو اندرونی قویٰ و حواس رکھے ہیں بس ان سے ہی ان کا احساس و ادراک ہوتا ہے۔

سوالات

(۱) عرف عام میں حسی و عقلی کی کیا تعریفات ہیں؟ (۲) علماء بیان حسی و عقلی کی کیا تعریفات کرتے ہیں؟ (۳) علماء بیان کو نئی اصطلاح یا نیا مصداق متعین کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ (۴) حواس خمسۂ ظاہرہ کیا کیا ہیں؟ (۵) خیالی کی تعریف کیجئے اور بتائیے کہ اس کو خیالی کیوں کہتے ہیں؟ (۶) عقلی کے تحت کون کون سے امور آتے ہیں؟ (۷) وہمی کی تعریف و توضیح کیجئے۔ (۸) خیالی و وہمی کے درمیان فرق کو واضح کیجئے۔ (۹) ان دونوں کا تعلق ایک ہی قوت سے ہے یا الگ قوتوں سے اور ہر ایک میں متصرف قوت کو کیا کہتے ہیں؟ (۱۰) وجدان کا مصداق بتائیے۔

مُشبّہ اور مُشبّہ بہ کا حسّی و عقلی ہونا

مشبہ اور مشبہ بہ حسّی بھی ہو سکتے ہیں اور عقلی بھی، اور اس کی کل تین صورتیں ہوتی ہیں:

(۱) دونوں حسّی ہوں، (۲) دونوں عقلی ہوں، (۳) ایک حسّی اور ایک عقلی ہو

دونوں کا حسّی ہونا

جیسے مرئیات (دیکھی جانے والی چیزوں میں) رخسار و گلاب، اوّل مشبّہ اور ثانی مشبہ بہ ہے۔

مسموعات (یعنی سُنی جانے والی چیزوں میں) صوت ضعیف (ہلکی آواز) اور ہمس (اتنی ہلکی آواز جو گویا منھ سے باہر ہی نہیں آتی) اول مشبہ اور دوم مشبّہ بہ ہے۔

مشمومات (سونگھی جانے والی چیزوں) میں نکہت (منھ کی خوشبو) اور عنبر، اوّل مشبّہ اور دوم مشبّہ بہ ہے۔

مذوقات (کھانے پینے کی چیزوں) میں ریق (تھوک) اور خمر (شراب) اول مشبہ، دوم مشبّہ بہ ہے۔

ملموسات (چھوئی جانے والی چیزوں میں) نرم کھال اور ریشم اوّل مشبہ اور دوم مشبّہ بہ ہے۔

۲۔ دونوں کا عقلی ہونا

جیسے علم اور زندگی، اوّل مشبّہ و دوم مشبّہ بہ ہے، اسی نسبت سے عالم کو زندہ اور جاہل کو مُردہ کہدیا کرتے ہیں، دونوں کے درمیان وجہ شبہ

ادراک و احساس ہے کہ جیسے زندہ زندگی کی بنا پر ادراک و احساس کیا کرتا ہے۔ عالم اپنے علم کی بنا پر بہت سی اشیار کا ادراک کرتا ہے۔

۳۔ ایک کا حِسّی اور ایک کا عقلی ہونا

اس صورت میں دو شقیں نکلتی ہیں، اوّل یہ کہ مشبّہٗ حسی ہو اور مشبہ بہ عقلی ہو جیسے عطر اور اچھے اخلاق، اول مشبّہ دوم مشبہ بہ ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ مشبّہٗ عقلی اور مشبہ بہ حسّی ہو جیسے موت اور درندہ، اوّل مشبّہٗ اور دوم مشبہ بہ ہے۔ پہلی صورت میں عطر (مشبّہٗ) اور دوسری صورت میں درندہ (مشبہ بہ) حسیّ ہیں، اور پہلی میں اچھے اخلاق (مشبہ بہ) اور دوسری میں موت (مشبّہٗ) عقلی ہیں۔

۴ **تنبیہ** :۔ اصل یہ ہے کہ مشبہ بہ حسّی ہو، اس لئے کہ امورِ عقلیہ کا تعلق اگرچہ عقل سے ہوتا ہے مگر ان کا حصول حواسِ ظاہرہ کے ذریعہ ہی ہوتا ہے اس لئے اگر محسوس کو معقول کے ساتھ تشبیہ دی جائے تو یہ قلب ہوگا کہ اصل کو فرع اور فرع کو اصل بنانا لازم آئے گا۔ اگرچہ کبھی کبھی معقول کو محسوس کے درجہ میں مان کر "مشبہ بہ" بنادیا کرتے ہیں۔

سوالات

(۱) حسی و عقلی ہونے کے اعتبار سے مشبّہ و مشبہ بہ کی کتنی صورتیں نکلتی ہیں؟ (۲) دونوں کے حسّی ہونے کی مثال اپنے ذہن سے دیجئے (۳) عقلی ہونے کی بھی، (۴) دونوں کے مختلف ہونے کی مثالیں دیجئے، (۵) امثلۂ ذیل میں حسی و عقلی کی تعیین کیجئے:۔

۱ زید و اسد ۲ دانت و موتی ۳ آنکھ و نرگس ۴ بات و موتی
۵ ہدایت و نور ۶ گمراہی و تاریکی۔

وجہِ شبہ

وجہِ شبہ میں متعدد تقسیمات جاری ہوتی ہیں: (الف) مشبّہ و مشبّہ بہ دونوں کے اندر حقیقۃً پائے جانے یا نہ پائے جانے کے اعتبار سے۔
(ب) مشبّہ و مشبّہ بہ دونوں کی حقیقت کے اندر داخل ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے (ج) توحّد یا تعدّد کے اعتبار سے۔

(الف) تقسیم اوّل

مشبّہ و مشبّہ بہ دونوں کے اندر حقیقۃً پائے جانے یا نہ پائے جانے کے اعتبار سے وجہ شبہ کی دو اقسام ہیں: ۱۔ تحقیقی، ۲۔ تخییلی

۱۔ وجہ شبہ تحقیقی

(الف) تعریف: وہ وجہ شبہ جو کہ مشبّہ و مشبّہ بہ کے اندر حقیقۃً موجود ہو
(ب) مثال: بہادر آدمی کو "انت کالاسد" کہنے میں وجہ شبہ "بہادری" دونوں کے اندر تحقیقی ہے۔

۲۔ وجہ شبہ تخییلی

(الف) تعریف: وہ وجہ شبہ جس کا وجود دونوں میں یا کسی ایک میں محض خیالی ہو۔
(ب) مثال: ۱۔ انت کالشمس فی الضیاء، اس میں وجہ شبہ "الضیاء" مشبہ بہ یعنی شمس کے اندر تو تحقیقی ہے مگر مشبّہ یعنی "انت

کے اندر "تخیلی" ہے۔

۲) رب لیلٍ کأنّہ الصبح فی الحسن وان کان اسود الطیلسان (چادر)

اس میں لیلٍ مشبّہ اور صبح مشبّہ بہ ہے اور "حُسن" وجہ شبہ ہے جو کہ دونوں کے اندر تخیلی ہے۔

(ب) تقسیم دوم

مشبّہ اور مشبّہ بہ کی حقیقت کے اندر داخل ہونے، نہ ہونے کے اعتبار سے بھی وجہ شبہ کی دو اقسام ہیں: (۱) داخل (۲) خارج

۱۔ داخل ہو خواہ جنسیت کے اعتبار سے یا نوعیت و فصل کے اعتبار سے، جیسے ایک کپڑے کو دوسرے سے تشبیہ دینا۔ ۱) جنس میں یعنی دونوں کے کپڑا ہونے میں، ۲) نوع میں یعنی دونوں کے بنارسی یا بھاگلپوری ہونے میں، ۳) فصل میں یعنی دونوں کے اُونی یا سُوتی ہونے میں۔

۲۔ خارج ۔ یعنی وجہ شبہ دونوں کی حقیقت سے خارج ہو مگر اس صُورت میں صفت ہونا ضروری ہے، اس لئے کہ وجہ شبہ میں ہی مشبّہ و مشبّہ بہ کی شرکت ہوتی ہے۔ یہ شرکت حقیقت سے خارج ہونے کی صورت میں صفت میں ہی ہو سکتی ہے۔ البتّہ اس صفت کی دو اقسام ہیں:-

(الف) حقیقی (ب) اضافی۔

(الف) وصف حقیقی: وہ وصف جو خود موصُوف کی ذات میں پایا جائے، اور اس کا ثبوت کسی غیر پر قیاس اور غیر کو سمجھنے کی بنیاد پر نہ ہو

(ب) وصف اضافی : وہ وصف جو کہ مشبّہ اور مشبّہ بہ کی ذات کے اندر نہ پایا جائے بلکہ دو چیزوں سے متعلق ہو، بایں معنی کہ اس کا سمجھنا ان دو چیزوں کے سمجھنے پر موقوف ہو، جیسے اُبوّۃ (باپ ہونا)، اخوّۃ (بھائی ہونا) وغیرہ جیسے اوصاف، کہ ان کا سمجھنا دو چیزوں کے سمجھنے پر موقوف ہے "ابوۃ" کو "اب اور ابن" کو سمجھے بغیر اور اخوۃ کو اخوین کو سمجھے بغیر نہیں جانا جا سکتا۔

(ج) وصف حقیقی کی اقسام : وصفِ حقیقی کی بھی دو اقسام ہیں (۱) حسّی (۲) عقلی۔

۱۔ وصفِ حقیقی حسّی: جس کا ادراک حواسِ خمسہ ظاہرہ میں سے کسی کے ذریعہ کیا جائے۔ مثلاً ۱؎ جسم کی وہ کیفیات جن کا ادراک "قوتِ باصرہ" سے ہوتا ہے یعنی رنگ اور شکل وصورت، اور جو چیزیں ان سے متعلق ہوتی ہیں، یعنی خوبصورتی و بدصورتی کہ ان دونوں کا تعلق رنگ و شکل سے ہے۔

۲؎ جسم کی وہ کیفیات جن کا ادراک "قوتِ ذائقہ" کے ذریعہ ہوتا ہے، جیسے اشیاء کے مزے۔ کھٹا ہونا، میٹھا ہونا، نمکین ہونا۔

۳؎ جسم کی وہ کیفیات جن کا ادراک "قوت شامہ" کے ذریعہ ہوتا ہے یعنی اشیاء کی بو اچھی ہو یا بری۔

۴؎ جسم کی وہ کیفیات جن کا ادراک "قوتِ لامسہ" کے ذریعہ ہوتا ہے، مثلاً گرم ہونا، ٹھنڈا ہونا، تر یا خشک ہونا، نرم یا سخت ہونا وغیرہ۔

۵۔ جسم کی وہ کیفیات جن کا ادراک "قوتِ سامعہ" کے ذریعہ ہوتا ہے یعنی آواز خواہ قوی ہو یا ہلکی، اچھی ہو یا بُری۔

۲۔ **وصف حقیقی عقلی** : وہ وصف ہے جس کا ادراک عقل کے ذریعہ کیا جائے، جیسے وہ تمام کیفیاتِ نفسانیہ جن کا تعلق جسم سے نہیں بلکہ دل سے ہوتا ہے اور وہ نباتات و جمادات کے اندر نہیں پائی جائیں مثلاً علم و جہل، غضب و بُردباری، سخاوت و بخل، بُزدلی و شجاعت وغیرہ

تنبیہ : (الف) وجہِ شبہ اگر حسی ہو خواہ ایک ہو یا متعدد مگر سب حسی ہوں تو مشبہ و مشبہ بہ دونوں کا حسی ہونا ضروری ہے۔ (ب) اگر وجہ شبہ عقلی ہو تو دونوں حسی بھی ہو سکتے ہیں، [۲] اور عقلی بھی اور یہ بھی صحیح ہے کہ کوئی ایک [۳] حسی اور ایک عقلی ہو۔

(ج) تقسیم سوم

وجہ شبہ کبھی امر واحد ہوتا ہے اور کبھی متعدد۔

۱۔ **وجہ شبہ واحد** : کی دو صورتیں ہیں، کبھی حقیقۃً ایک ہوتا ہے اور کبھی واحد کے درجہ میں ہوتا ہے، اگرچہ حقیقۃً متعدد امور سے مرکب ہوتا ہے، اسی لیے اس صورت میں اسے "مرکب" بھی کہہ دیا کرتے ہیں۔

گذشتہ مثالیں "وجہ شبہ واحد حقیقی" کی ہی ہیں۔

وجہ شبہ بدرجہ واحد کی بھی دو صورتیں ہیں : (۱) مرکب اعتباری (۲) مرکب حقیقی۔

(۱) **مرکب اعتباری** وہ وجہ شبہ واحد ہے جس میں وجہ شبہ

ایسی ہیئت ہو جسے عقل نے متعدد امور سے حاصل کیا ہو، جیسے "تشبیہ تمثیل" میں وجہ شبہ۔

(۲) مرکب حقیقی: وہ وجہ شبہ واحد ہے جس میں وجہ شبہ حقیقۃً چند امور کا مجموعہ ہو، جیسے انسان کہ اس کی حقیقت دو امور حیوان و ناطق کا مجموعہ ہے۔

تنبیہ: وجہ شبہ واحد کی ہر صورت "حسی" بھی ہو سکتی ہے، اور "عقلی" بھی۔

۲۔ **وَجْہِ شَبَہ مُتَعَدِّد**: وہ چند امور کہ جن میں سے ہر ایک میں مشبہ و مشبہ بہ کی شرکت کا قصد کیا جائے اور ہر ایک کو وجہ شبہ بنانے کا قصد کیا جائے۔

تنبیہ: وجہ شبہ بمنزلہ واحد (مرکب) اور وجہ شبہ متعدد کے درمیان فرق یہ ہے کہ اول میں جتنے امور پیش نظر ہوتے ہیں، ان سب کی مجموعی حقیقت و ہیئت میں شرکت مقصود ہوتی ہے، اور دوم میں جتنے امور پیش نظر ہوتے ہیں ہر ہر ایک میں مستقلاً شرکت مقصود ہوتی ہے۔

۳۔ **امثلہ**: وجہ شبہ بمنزلہ واحد کی مثال "تشبیہ تمثیل" کے تحت گذر چکی ہے دوم یعنی متعدد کی مثال "انت کالبحر فی السماحۃ والجود" اس میں "سماحت و جود" دونوں میں سے ہر ایک کو وجہ شبہ بنایا گیا ہے، مجموعے کو نہیں

تنبیہ: وجہ شبہ متعدد بھی حسی و عقلی دونوں ہو سکتا ہے۔ خواہ سب کے سب حسی ہوں، یا سب عقلی ہوں، یا بعض حسی اور بعض عقلی ہوں

سوالات

(۱) مشبہ اور مشبہ بہ کے اندر پائے جانے کے اعتبار سے وجہ شبہ کی کتنی اقسام ہیں اور کیا کیا؟

(۲) مشبہ و مشبہ بہ کی حقیقت میں داخل ہونے نہ ہونے کے اعتبار سے کتنی اقسام ہیں اور کیا کیا؟

(۳) خارج کے لیے صفت ہونا کیوں ضروری ہے؟ (۴) وصف حقیقی کی تعریف و اقسام تفصیل سے ذکر کیجیے

(۵) وصف اضافی کا کیا مطلب ہے؟ (۶) حسی و عقلی کی تعریف و امثلہ سے وضاحت کیجیے۔

(۷) وجہ شبہ واحد کی کتنی صورتیں ہیں اور کیا کیا۔ (۸) ترکیب حقیقی و اعتباری کا کیا مطلب ہے؟

(۹) متعدد کی تعریف کیجیے۔ (۱۰) مرکب و متعدد میں کیا فرق ہے؟ (۱۱) وجہ شبہ حسی یا عقلی ہونے کے حال میں مشبہ و مشبہ بہ کے کیا احکام ہیں؟ (۱۲) امثلۂ ذیل میں وجہ شبہ کی مختلف اقسام کی نشاندہی کیجیے۔

۱۔ انت كالسحاب في العطاء ۲۔ كلام فلان كالعسل في الحلاوة

۳۔ العمر مثل الضيف ليس له اقامة ۴۔ الناس كأسنان المشط في الاستواء

۵۔ زيد كالاسد ۶۔ الخلق الكريم كالعطر ۷۔ الرجل السخي كالبحر

۸۔ اسنانه كالدرر او البرد

فصل دُوم

مجاز لغوی

مجاز سے متعلق کچھ تفصیلات گذر چکی ہیں، ان میں آیا ہے کہ "مجاز" کی دُو اقسام ہیں: (۱) مجاز لغوی (۲) مجاز عقلی

۱۔ مجاز لغوی

(الف) **تعریف**: مجاز لغوی وہ مجاز ہے جس میں کسی لفظ سے اس کے معنی موضوع لہٗ کے بجائے غیر موضوع لہٗ معنی مُراد لئے جائیں، اس بنا پر کہ موضوع لہٗ و غیر موضوع لہٗ کے درمیان کوئی تعلق و مناسبت پائی جائے درآنحالیکہ موضوع لہٗ کے بجائے غیر موضوع لہٗ کے مُراد لینے پر کوئی قرینہ بھی موجود ہو۔

(ب) **توضیح**: مجاز کے طور پر موضوع لہٗ کے بجائے غیر موضوع لہٗ کو مراد لینے کے لیے دو چیزیں ضروری ہیں، اوّلاً دونوں کے درمیان ایک خاص تعلق، دُوم قرینہ جو اس ارادہ پر دلالت کرے۔

(ج) **اقسام**: مجاز لغوی کی دُو اقسام ہیں، ۱۔ استعارہ، ۲۔ مجاز مرسل
اس لئے کہ معنی موضوع لہٗ و غیر موضوع لہٗ کے درمیان تعلق یا تو تشبیہ و مشابہت کا ہوتا ہے یا کوئی اور، تو اوّل صورت میں "مجاز لغوی" کو "استعارہ" اور دوسری کو "مجاز مرسل" کہتے ہیں۔

مبحث اوّل

استعارہ

(الف) تعریف : استعارہ وہ مجاز لغوی ہے جس میں موضوع لہٗ وغیر موضوع لہٗ کے درمیان مشابہت کا تعلق پایا جاتا ہے۔

(ب) استعارہ کی حقیقت : استعارہ کی بنا چونکہ مشابہت پر ہے اس لئے استعارہ دراصل تشبیہ کی ہی ایک صورت ہے۔ البتہ تشبیہ کی معروف صورتوں میں اور اس میں فرق یہ ہے کہ "تشبیہ" کی صورتوں میں کم از کم "مشبّہ و مشبّہ بہ" کا تذکرہ ضرور ہوتا ہے۔ اور استعارہ میں اداۃ شبہ، ووجہ شبہ کے حذف کے ساتھ مشبہ و مشبہ بہ میں سے بھی کوئی ایک ضرور حذف ہوتا ہے

(ج) ارکانِ استعارہ : جس طرح تشبیہ کے چار ارکان ہیں، اس کے بھی چار ارکان ہوتے ہیں کہ اصلاً یہ تشبیہ ہی ہے۔

۱۔ مستعار منہ ۲۔ مستعار لہ ۳۔ مستعار ۴۔ وجہ جامع

(۱) مستعار منہ : اصل مشبّہ بہ (۲) مستعار لہ ، اصل مشبّہ

(۳) مستعار : وہ لفظ جس کے معنی مجازی مراد لئے جائیں۔

(۴) وجہ جامع : وہ وصف جو کہ وجہ شبہ کہلاتا ہے۔

ان ارکان کے حسی و عقلی ہونے کی بابت وہی تفصیلات ہیں، جو پیچھے گزر چکی ہیں۔

(د) مثال : ارشاد باری : كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ إِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ۝ اس آیت میں دراصل ظلمات (تاریکیوں)

سے گمراہی کو اور نور سے ہدایت کو تشبیہ دی گئی ہے، لیکن عبارت میں ادات تشبیہ اور وجہ شبہ دونوں کو حذف کر دیا گیا ہے، اور دونوں مشبّہ یعنی ہدایت و ضلالت کو بھی، محض مشبّہ بہ یعنی ظلمات و نور کا تذکرہ کیا گیا ہے اس مثال میں ظلمات و نور کے معنی "مستعار منہ"۔ ہدایت و ضلالت "مستعار لہ" اور لفظ ظلمات و نور "مستعار" ہیں اور وجہ جامع ایک کا مفید ہونا اور دوسرے کا مُضر ہونا ہے۔

تنبیہ: مجاز کی تعریف میں "قرینہ" کی قید ہے، اس کی بابت بعض ضروری تفصیلات ذکر کی جا رہی ہیں۔

۲۔ قرینہ

(۱) **تعریف**: قرینہ وہ امر ہے جو معنی موضوع لہ کے بجائے غیر موضوع لہ کے مراد لینے پر دلالت کرے۔

(۲) **اقسام**: قرینہ میں دو تقسیمات جاری ہوتی ہیں:——

(الف) باعتبار حقیقت (ب) باعتبار توحد و ترکب

(الف) تقسیم باعتبار حقیقت

قرینہ کی اپنی حقیقت کے اعتبار سے دو اقسام ہیں:—

۱۔ قَرِیْنَۂ لفظیہ ۲۔ قَرِیْنَۂ حالیہ

۱۔ **قرینہ لفظیہ**: وہ لفظ جو معنی موضوع لہ کے بجائے غیر موضوع لہ کے مراد لینے پر دلالت کرے، جیسے ع فان امرض فما مَرِضَ اصطباری (اگر میں بیمار ہو جاؤں تو میرا صبر تو بیمار نہیں ہوتا) اس میں مستعار لفظ "مرض" کا

اور مستعار منہ مرض جسمانی ہے جس کی وجہ سے انسان کمزور رہتا ہے، اور مستعار لہ صبر کی قلت ہے، اور قرینہ لفظی ہے اس لئے کہ مرض کی نسبت اصطبار کی طرف صحیح نہیں ہے لہذا یہ نسبت یہ بتاتی ہے کہ "مرض" سے مجازی معنی مُراد ہیں۔

۲۔ قرینہ حالیہ: وہ حال جو معنی موضوع لہٗ کے بجائے غیر موضوع لہٗ کے مُراد لینے پر دلالت کرے، جیسے ھزبرٌ (شیر) مشی یبتغی ھزبرًا۔ ہزبر اوّل سے معنی مجازی مراد ہے اور ثانی سے حقیقی، دونوں کے درمیان بہادری میں مشابہت ہے اور قرینہ حالی ہے، اس لئے کہ یہ کلام ایک انسان کی مدح کے سلسلہ میں ہے اور مدح کا حال حقیقی معنی کے مراد لینے سے مانع ہوتا ہے

ب) تقسیم باعتبار توحّد و ترکّب

اس اعتبار سے قرینہ کی تین صورتیں ہیں، اوّل یہ کہ قرینہ امر واحد ہو، دوم یہ کہ دو یا دو سے زائد امور مگر مستقلاً۔ سوم یہ کہ دّو یا دّو سے زائد امور ہوں مگر مجموعی طور پر، اوّل جیسے "رأیت اسدًا یرمی" اس میں صرف "یرمی" اس پر دلالت کر رہا ہے کہ "اسد" سے مجاز مُراد ہے۔

دوم جیسے ؎ فان تعافوا (انکار و نفرت کرنا) العدل والایمانا
فان فی ایماننا نیرانا

اس میں ایمان و عدل ہر ایک کے ساتھ تعافوا کا تعلق بتاتا ہے کہ نیران (آگ) سے حقیقت مراد نہیں ہے۔

سوم جیسے ؎

وصاعقة من نصله تنكفي بها
على رؤوس الاقران خمس سحائب

(بہت سی بجلیاں جو اس کی تلوار کے پھل سے پیدا ہوتی ہیں ان کو پلٹ دیتی ہیں،
ہمسروں کے سروں پر اس کی پانچوں (انگلیاں)

اس میں "سحائب" سے جس کے اصل معنی بادل ہیں، ممدوح کی انگلیاں مُراد ہیں کثرت سے داد و دہش کی بنا پر، اور قرینہ چند اُمور ہیں بجلی، بجلی کا ممدوح کی تلوار کے پھل سے پیدا ہونا، ہمسروں کے سروں پر اس کا پلٹانا، پھر پانچ کا عدد جو کہ انگلیوں کا عدد ہے، یہ تمام اُمور مل کر قرینہ ہیں کہ "سحائب" سے مجازاً انگلیاں مراد ہیں۔

سوالات

(۱) مجاز لغوی کی تعریف و اقسام بیان کیجئے (۲) استعارہ کی تعریف و حقیقت بیان کیجئے۔ (۳) استعارہ کے ارکان کو مثال سے سمجھایئے۔ (۴) قرینہ کی تعریف و اقسام بتایئے۔ (۵) قرینہ کی دوسری تقسیم کی تفصیلات بیان کیجئے۔ (۶) امثلۂ ذیل میں استعارہ کے ارکان اور قرینہ کی نوعیت کی تعیین کیجیے:۔

۱۔ وان احمم فماحم اعتزامی
(بخار آنا) (عزم و ارادہ)

۲۔ تعرض لی السحاب وقد تفلنا فقلت أليك ان معي السحابا
(سامنے آنا) (لوٹنا) (دور ہو)

۳۔ عجبت عليك ترى بسيف في الوغى مايفعل الصمصام بالصمصام
(جنگ) (تلوار)

۴۔ اذا اعتل سيف الدولة اعتلت الارض
(بیمار ہونا)

اقسامِ استعارہ

(۱)

استعارہ میں مختلف تقسیمات جاری ہوتی ہیں، یہاں صرف تین کے ذکر پر اکتفا کی جارہی ہے: (الف) مشبہ بہ یا کسی لازم کے ذکر کرنے کے اعتبار سے (ب) لفظ مستعار کے اعتبار سے (ج) استعارہ کے اندر مشبہ و مشبہ بہ کے مناسب کسی امر کے ذکر و عدم ذکر کے اعتبار سے۔

(الف) تقسیم اوّل باعتبار ذکر مشبہ بہ یا لازم

استعارہ کے اندر خود مشبہ بہ یا اس کے کسی لازم کو ذکر کرنے کے اعتبار سے استعارہ کی دو اقسام ہیں: ۱۔ تصریحیہ ۲۔ مکنیہ

۱۔ استعارہ تصریحیہ

(الف) **تعریف**: وہ استعارہ ہے جس میں مشبہ بہ کی تصریح ہو

(ب) **مثال**:۔ امطرت لؤلؤاً من نرجس وسقت
(برسانا) (نرگس) (سیراب کرنا)

ورداً وعضت علی العناب بالبرد
(گلاب) (کاٹنا) (اولا)

اس شعر میں "لؤلؤا" (موتی) سے آنسو کو، نرجس (نرگس) سے آنکھوں کو، "ورد" (گلاب) سے رخساروں کو، "عناب" سے انگلیوں کے پوروں کو، البرد (اولا) سے دانتوں کو تشبیہ دے کر مشبہ کو حذف

کر دیا گیا ہے اور صرف مشبّہ بہ کو ذکر کیا گیا ہے۔

۲۔ استعارہ مکنیّہ

(الف) تعریف: وہ استعارہ جس میں مشبّہ بہ کا ذکر نہ ہو بلکہ اس کے کسی لازم کا تذکرہ ہو۔

(ب) مثال: واخفض لهما جناح الذلّ (جھکا دو ان دونوں کے لئے نرمی کے بازو) اس آیت میں الذلّ (نرمی) کو طائر (پرندے) سے تشبیہ دے کر مشبہ بہ کو حذف کر دیا اور اس کے لازم جناح (بازو) کو ذکر کیا گیا ہے۔

(ج) تنبیہ: مشبّہ بہ کے لوازم میں سے کسی لازم کا، مشبّہ کے لئے ثابت کرنا "استعارہ تخییلیہ" کہلاتا ہے، اس لئے کہ اس لازم کا مشبّہ کے لئے ثبوت محض خیالی ہوتا ہے۔

اور "استعارہ تخییلیہ" کے مقابلہ میں "استعارہ تحقیقیہ" کی تعبیر آتی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ "مستعارلہ" ایسی شے ہو جس کا وجود حقیقی ہو، خواہ حسّاً ہو یا عقلاً۔ حسّاً جیسے "جاءنی أسدٌ" میں جبکہ "اسد" سے "رجل شجاع" کو مراد لیا جائے، اور عقلاً جیسے اهدنا الصراط المستقیم کہ صراط مستقیم کا مستعارلہ "دینِ حق" ہے اور اس کا وجود حقیقی عقلی ہے، حسّی نہیں۔

(ب) تقسیم دوم باعتبار لفظ مستعار

لفظ مستعار یعنی جس لفظ کو استعارہ میں استعمال کیا جاتا ہے اس کے

اعتبار سے استعارہ کی دو اقسام ہیں: (۱) اصلیہ (۲) تبعیہ

۱۔ استعارہ اصلیہ

(الف) تعریف: استعارہ اصلیہ وہ استعارہ ہے جس میں لفظ مستعار کوئی اسم جامد ہو، خواہ اسم جنس ہو یا مشابہ اسم جنس۔

(ب) مثال: "ظلمات و نور" جبکہ ان سے "گمراہی و ہدایت" مراد لی جائے۔ یہ اسم جنس کی مثال ہے اور مشابہ اسم جنس جیسے "لِکلِّ فرعونٍ موسیٰ" میں "فرعون و موسیٰ" مشابہ اسم جنس ہیں، اسلئے کہ مشابہ اسم جنس وہ لفظ کہلاتا ہے جو اصلاً علم ہو مگر جنس کے معنی میں استعمال کیا جائے یہاں ایسا ہی ہے اس لئے کہ "فرعون" سے "فرعونی صفات والا ہر فرد" اور "موسیٰ" سے "موسوی کمالات کا حامل ہر شخص" مراد ہے۔

۲۔ استعارہ تبعیہ

(الف) تعریف: وہ استعارہ ہے کہ جس میں لفظ مستعار غیر جامد ہو، خواہ اسم ہی نہ ہو یا اسم تو ہو مگر جامد نہ ہو۔

(ب) توضیح و امثلہ: استعارہ تبعیہ میں جو لفظ ہوتا ہے وہ کبھی فعل ہوتا ہے جیسے رَکِبَ فَلانٌ کَتِفی غریمہ (فلان اپنے قرضدار کے کندھے پر سوار ہوگیا یعنی اس کا پیچھا دھر لیا) اس میں "رکب" فعل لفظ مستعار ہے۔

یا حرف ہوتا ہے جیسے اولئک علی ھُدی من ربّھم اس آیت میں "علیٰ" حرفِ جامد ہے اس کے حقیقی معنی مراد نہیں ہیں، یہاں

"علیٰ" حرف لفظ مستعار ہے

اور کبھی اسم ہوتا ہے مگر غیر جامد یعنی مشتق ہوتا ہے جیسے ؎

لئن نطقت (بیان کرنا) بشکر (احسان) برك مفصحا (کھل کر)

فلسان حالی بالشکایۃ انطق

اس میں "انطق" اسم تفضیل لفظ مستعار ہے۔

(ج) قَرِیْنَۃ : استعارہ تبعیہ کا جبکہ لفظ مستعار فعل یا اسم مشتق ہو، فاعل یا مفعول یہ ہوتا ہے، جیسے پہلی مثال میں "کتفی غریمہ" جو کہ مفعول ہے، قرینہ بن رہا ہے کہ "رکب" اپنے حقیقی معنی میں نہیں ہے اور تیسری مثال میں "لسان حالی" قرینہ ہے جو کہ "انطق" کا فاعل ہے۔

(ہ) پہلی و دوسری تقسیم کی اقسام کا اجتماع

پہلی تقسیم کی دونوں اقسام اور دوسری کی دونوں، ایک دوسرے کے ساتھ جمع ہوسکتی ہیں اس طرح کل چار اقسام یوں بن جاتی ہیں : ———

(۱) استعارہ تصریحیہ اصلیہ (۲) استعارہ تصریحیہ تبعیہ (۳) استعارہ مکنیہ اصلیہ (۴) استعارہ مکنیہ تبعیہ۔

تقسیم اوّل میں تصریحیہ کی مثال میں "اصلیہ" بھی ہے اور "مکنیہ" میں بھی اس لئے کہ دونوں میں لفظ مستعار "اسم جامد" ہے اور تقسیم ثانی میں "تبعیہ" کی مثال۲ میں "تصریحیہ" بھی ہے اس لیے کہ خود مشبّہ کا ذکر ہے اور مکنیہ تبعیہ کی مثال ہے "اعجبنی اراقۃ (بہانا) الضارب دم الباغی" اس میں ضارب بمعنی قاتل ہے اور اسم مشتق ہے لہذا استعارہ تبعیہ ہے

اور اراقۃ (خون کا بہانا) مشبہ بہ یعنی قاتل کے لوازم میں سے ہے اس لیے استعارہ مکنیہ ہے۔

(۷) تقسیم مذکور میں مستعار بننے والا لفظ

تقسیم مذکور میں لفظ مستعار کی بابت جو تفصیل آئی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ کوئی لفظ جو کہ "علم شخصی" ہو "علم" رہتے ہوئے مستعار نہیں بن سکتا اس لیے کہ علم شخصی تعین و تشخص کو چاہتا ہے اور استعارہ کے ذریعہ مشبہ کو مشبّہ بہ کی جنس میں داخل کیا جاتا ہے، اس بنیاد پر مشبّہ بہ کے افراد کی دو اقسام قرار دیتے ہیں، ایک متعارف، دوم غیر متعارف، مستعار منہ کو غیر متعارف میں سے قرار دیتے ہیں، اس کا تقاضا یہ ہے کہ مستعار میں جنسیت پائی جائے اور علم میں جنسیت نہیں ہوتی۔ باقی اسم جامد میں جنسیت کا ہونا ظاہر ہے، فعل اور اسم مشتق میں ان کے مصادر کے واسطے سے آتی ہے کہ دونوں مصدر پر مشتمل ہوتے ہیں اور مصدر اسم جنس ہوا کرتا ہے، اور حرف جار میں اس کے متعلَّق کے اعتبار سے آتی ہے۔

علم کو مستعار بنانے کی صورت یہ ہے کہ اس کی علمیت ختم کردی جائے چنانچہ مشابہ اسم جنس کی مثال اسی پر مبنی ہے کہ اس میں "فرعون و موسیٰ" حقیقۃً علم ہیں مگر مثال مذکور میں ان کی علمیت کو ختم کر کے ان کو اسم جنس کے معنی میں قرار دے کر استعارہ کیا گیا ہے۔

سوالات

(۱) استعارہ کی کتنی تقسیمات ہیں اور کیا کیا؟ (۲) مشبہ بہ یا لازم کے ذکر کے اعتبار سے کتنی اقسام ہیں؟ تعریفات و امثلہ ذکر کیجئے۔ (۳) استعارہ تخییلیہ کو واضح کیجئے۔ (۴) لفظ مستعار کے اعتبار سے استعارہ کی اقسام کی وضاحت کیجئے۔ (۵) علم شخصی مستعار کیوں نہیں بنتا، اور مستعار بننے کے لئے کس چیز کی ضرورت ہوتی ہے۔؟ (٦) تقسیم اول و دوم کا اگر اجتماع ہو سکتا ہے تو کتنی اقسام بنتی ہیں؟ امثلہ سے وضاحت کیجئے۔ (۷) استعارہ تبعیہ کا قرینہ کیا ہوتا ہے؟ (۸) امثلۂ ذیل میں اقسام مذکورہ کی نشان دہی کیجئے۔

۱۔ اقبل یمشی فی البساط فما دری   الی البحر یسعی ام الی البدر یرتقی[۱]

۲۔ کان اخی یفری[۲] العین جمالا والاذن بیانا

۳۔ رب انی وهن[۳] العظم منی واشتعل الرأس شیبا

۴۔ لما سکت عن موسی الغضب

۵۔ حملت الیہ من لسانی حدیقۃ سقاها الحجا[۴] سقی الریاض[۵] السحائب[٦]۔

---

۱ چڑھنا ۲ ٹھنڈا کرنا ۳ کمزور ہونا ۴ عقل ۵ باغات ٦ ابر

اقسام استعارہ

(۲)

(ج) تقسیم سوم مُشبَّہ و مشبّہ بہ کے مناسبات کے ذکر و عدم ذکر کے اعتبار سے

استعارہ کے اندر کبھی مناسبات کا بھی تذکرہ ہوتا ہے خواہ مشبّہ کے ہوں یا مشبہ بہ کے۔ اس اعتبار سے استعارہ کی چار اقسام ہیں: (۱) مطلقہ (۲) مجرّدہ (۳) مُرشّحہ (۴) مُوشّحہ۔

۱۔ استعارہ مطلقہ

(الف) تعریف: وہ استعارہ ہے جس میں مشبہ اور مشبہ بہ دونوں میں سے کسی کے مناسب احوال کا ذکر نہ ہو۔

(ب) مثال: قومٌ اذا الشّرابدیٰ ناجذیہ لھم
طاروا الیہ زرافاتٍ ووحدانا

(وہ ایسے لوگ ہیں کہ جب شر ان کے لیے اپنے دانتوں کو کھولتا ہے تو وہ اس کی طرف جماعتوں میں اور تنہا دوڑ پڑتے ہیں)

اس شعر میں "شر" کو "چیرنے پھاڑنے والے درندے سے تشبیہ دے کر مشبہ بہ کو حذف کر دیا گیا ہے اور اس کے لازم دانتوں کا ظاہر کرنا مقصود

ہے اس لئے یہ مثال استعارہ کی ہے اور اس میں مشبّہ یا مشبہ بہ کسی کے کسی مناسب کا تذکرہ نہیں ہے اس لیے یہ "استعارہ مطلقہ" ہے۔

۲۔ استعارہ مجرّدہ

(الف) تعریف: وہ استعارہ ہے جس میں مشبّہ کا مناسب مذکور ہو۔

(ب) مثال: فاذا قها الله لباس الجوع والخوف ۔ اس آیت میں بھوک اور خوف کی حالت میں انسان کو جو کیفیت لاحق ہوتی ہے اس کو "لباس" سے تشبیہ دی گئی ہے اور پھر "مشبّہ" (بھوک) کے مناسب حال اذاقت (چکھانا) کو ذکر کیا گیا ہے۔

۳۔ استعارہ مُرشّحہ

(الف) تعریف: وہ استعارہ ہے جس میں مشبّہ بہ کا مناسب ذکر کیا جائے

(ب) مثال: أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدٰى فَمَا رَبِحَتْ تِجَارَتُهُمْ ۔ اس آیت میں "اشتراء" کے ساتھ "استبدال" کو تشبیہ دے کر "مشبہ بہ" (اشتراء) کے مناسب حال یعنی "تجارت کے نفع بخش ہونے" کو ذکر کیا گیا ہے۔

۴۔ استعارہ مُوشّحہ

(الف) تعریف: وہ استعارہ ہے جس میں مشبہ اور مشبہ بہ دونوں کے مناسبات کا تذکرہ کیا جائے۔

(ب) مثال: ؎ لدى اسد شاكى السلاح مُقذّفٍ
له لبدٌ اظفاره لم تقلم

(ایک شیر کے پاس جو ہتھیاروں سے لیس ہے اور جنگ کے میدانوں میں پھینکا جاتا ہے اس کی گردن پر بال ہیں اور اس کے ناخن کٹے ہوئے نہیں ہیں)

اس شعر میں "اسد" لفظ مستعار ہے، اور "رجل لشجاع" مشبّہ (مستعار لہ) اور شیر کی ذات مشبّہ بہ (مستعار منہ) ہے۔ شعر میں مشبّہ اور مشبہ بہ دونوں کے مناسبات مذکور ہیں۔ "شاکی السلاح" اور "مقذّف" مشبّہ کے مناسبات میں سے ہیں اس لئے کہ ہتھیار سے لیس ہونا اور جنگوں میں پھرنا و پھرایا جانا انسان کے خواص میں سے ہے جو کہ یہاں مشبّہ ہے، اور "لہٗ لبدٌ" اور "اظفارہ لم تقلم" مشبہ بہ (شیر) کے مناسبات میں سے ہے۔

تنبیہ: اکثر اہلِ بلاغت نے اس قسم کا ذکر ہی نہیں کیا ہے یا کیا ہے تو مستقل عنوان نہیں دیا ہے بلکہ "مطلقہ" کے درجہ میں رکھا ہے اسلئے کہ اس میں "تجرید و ترشیح" دونوں جمع ہو کر متعارض ہو جاتے ہیں، اور متعارض کی وجہ سے اعتبار ساقط ہو جائے گا۔

۵۔ مجرّدہ و مرشّحہ کی شرط: استعارہ میں تجرید و ترشیح کا اعتبار اسی وقت ہوتا ہے جبکہ استعارہ اپنے قرینہ کے ساتھ مکمل ہو چکا ہو، یعنی ان دونوں کے لئے اصل استعارہ کے قرینہ کے علاوہ مزید کسی لفظ و قرینہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ "تصریحیہ" کا قرینہ جو کہ "مشبّہ" کا مناسب ہوتا ہے "تجرید" نہیں کہلاتا، اور "مکنیہ" کا قرینہ جو کہ "مشبہ بہ" کے مناسبات میں سے ہوتا ہے "ترشیح" نہیں کہلاتا جیسے کہ "مطلقہ" کی مثال میں

"ابدیٔ ناجذیہ" مشبّہٌ بہ کے مناسبات میں سے ہے اور یہی قرینہ ہے استعارہ کے مکنیہ ہونے کا۔

۶۔ **مراتب اقسام مذکورہ**: ان اقسام میں "استعارہ ترشیحیہ" کا مرتبہ سب سے بڑھا ہوا ہے اس لئے کہ گزر چکا ہے کہ استعارہ دراصل تشبیہ میں مبالغہ کی ایک صورت ہے اور تشبیہ کے لیے مشبّہٌ بہ کے مناسبات کا ثابت کرنا تشبیہ میں مزید تاکید پیدا کرتا ہے جس سے استعارہ کے اندر پائے جانے والے اصل مبالغہ کو مزید قوت حاصل ہوجاتی ہے۔

۷۔ مذکورہ اقسام اور اقسام تقسیم اول

یہ چاروں اقسام تقسیم اوّل کی دونوں اقسام تصریحیہ ومکنیہ کے ساتھ جمع ہوسکتی ہیں۔

سوالات

(۱) تقسیم ثالث کی اقسام کتنی ہیں اور کیا کیا؟ (۲) مطلقہ کی تعریف ومثال (۳) مجردہ کی تعریف ومثال (۴) مرشحہ کی تعریف ومثال ذکر کیجئے۔ (۵) موشحہ کیا ہے اور اکثر اہلِ بلاغت نے اس کا اعتبار کیوں نہیں کیا ہے؟ (۶) تجرید و ترشیح کا اعتبار کب ہوتا ہے؟ (۷) ان اقسام میں اعلیٰ کون ہے اور کیوں؟ (۸) امثلۂ ذیل میں اقسام گزشتہ کی نشان دہی کیجئے:

۱۔ خلق فلان ارق من انفاس الصبا اذا غازلت ازهار الربى
(جھونکے) (اٹھکیلیاں کرنا) (پھول) (ٹیلے)

۲۔ يؤدون التحية من بعيد الى قمر من الايوان باد
(محل) (ظاہر ہوتا ہے)

۳۔ وارى المنايا ان رات بك شيبة ۔ جعلتك مرمى نبلها المتواتر
(موت) (سفيد بال) (نشانہ)

۴۔ فان يهلك فكل عمود قوم ۔ من الدنيا الى هلك يصير
(سردار)

۵۔ وليلة مرضت من كل ناحية ۔ فما يضئ لها نجم ولا قمر

۶۔ كان فلان اكتب الناس اذا شرب قلمه من دواته او غنى
فوق قرطاسه۔

مبحث دُوم

مجازِ مرسل

گزر چکا ہے کہ "مجاز لغوی" کی دُو اقسام ہیں اوّل استعارہ، اور دوم مجاز مرسل۔

۱۔ تعریف مجازِ مرسل

مجاز مرسل وہ مجاز لغوی ہے جس کے اندر معنی موضوع لہٗ وغیر موضوع لہٗ کے درمیان پایا جانے والا تعلق مشابہت کا نہ ہو بلکہ اس کے علاوہ چوبیس امور میں سے کسی ایک کا ہو۔

۲۔ مجازِ مرسل کے علاقے

یہ بات پہلے بھی اور تعریف کے تحت بھی آچکی ہے کہ مجاز مرسل میں تعلق مشابہت کا نہیں ہوتا بلکہ دوسرا ہوتا ہے، دوسرے تعلق کو علماء بلاغت نے چوبیس امور و وجوہ میں محصور کیا ہے جو حسب ذیل ہیں:

(۱) سَبَبِیَّتْ: یعنی موضوع لہٗ کا غیر موضوع لہٗ کے لیے سبب ہونا جیسے عظمت ید فلان عندی (فلاں کے احسانات مجھ پر بہت ہیں) اس میں 'ید' سے احسان وانعام مراد ہے اس لئے کہ ہاتھ احسان وانعام کا سبب ہوتا ہے۔

(۲) مُسَبَّبِیَّتْ: یعنی موضوع لہٗ کا غیر موضوع لہٗ کے لئے مسبّب ہونا۔

یعنی غیر موضوع لہٗ سبب اور موضوع لہٗ مسبّب ہو، جیسے امطرت السماء نباتاً" اس میں نباتاً سے بارش مراد ہے، اس لئے کہ بارش نبات کا سبب بنتی ہے تو "نبات" مسبب ہے۔

(۳) جزئیت : یعنی موضوع لہٗ کا غیر موضوع لہٗ کے لئے جزء ہونا، جیسے ارسلتُ العیون لتطلع علی احوال العدو۔ اس میں "عیون" سے "جاسوس" مراد ہیں، جبکہ "عین" (آنکھ) جاسوس کے جسم کا ایک جزء ہوتی ہے۔

(۴) کُلّیّتْ : معنی موضوع لہٗ کا غیر موضوع لہٗ کے لئے کل ہونا، جیسے یجعلون اصابعھم فی اذانھم۔ اس آیت میں "اصابع" سے انگلیوں کے پورے مُراد ہیں، "پوروا" جزء ہوتا ہے انگلی کا۔

(۵) اعتبار ماکان : موضوع لہ کا غیر موضوع لہ کے سابق حال کے مطابق ہونا جیسے: واٰتوا الیتامی اموالھم میں "یتامیٰ" سے بے باپ کے کم سن بچے مُراد نہیں ہیں جو اس کا موضوع لہ ہیں بلکہ وہ لوگ جو کہ قبل بلوغ اس وصف کے ساتھ موصوف تھے اور یتیم کہلاتے تھے، مگر اب بلوغ کے بعد وہ یتیم نہیں کہلاتے۔

(۶) اعتبار مایکون : موضوع لہٗ کا غیر موضوع لہٗ کے آئندہ حال کے مطابق ہونا، جیسے: لَایلدوا اِلّا فاجراً کفاراً (یہ کافر نہیں پیدا کریں گے مگر فاجر و کافر کو) معلوم ہے کہ کوئی بچہ بوقت ولادت کافر و فاجر نہیں ہوتا بلکہ بعد میں ان اوصاف کے ساتھ موصوف ہوتا ہے تو یہاں

مستقبل کے حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے وقتِ ولادت سے ہی ان کو ان اوصاف کے ساتھ موصوف کر دیا گیا ہے۔

(۷) مَحَلِّیَّت: موضوع لہٗ کا غیر موضوع لہٗ کے لئے محل ہونا کہ معنی غیر موضوع لہٗ جو مُراد ہوں اس کا "موضوع لہٗ" محل ہو اور غیر موضوع لہٗ میں وہ پایا جاتا ہو، جیسے قَرَّرَ المجلسُ ذٰلِكَ" کہ یہاں "مجلس" سے "اہلِ مجلس" مراد ہیں جن کے لئے مجلس محل ہوتی ہے۔

(۸) حالِّیَّت: موضوع لہٗ کا غیر موضوع لہٗ کے لئے حالّ ہونا یعنی غیر موضوع لہٗ، موضوع لہٗ کے لئے محل ہو،

جیسے: انّ الابرار لفی نعیم میں "نعیم" کہ نیک لوگ "محل نعیم" میں، یعنی ایسی جگہ ہوں گے جہاں نعیم ہوگی، نہ یہ کہ وہ خود نعیم میں ہی ہوں گے، تو نعیم سے "محل نعیم" مراد ہے۔

تنبیہ:۔ محلّیت و حالیت کو ہی "مظروفیت و ظرفیت" سے بھی تعبیر کر دیا کرتے ہیں۔

(۹) ملزومیت: موضوع لہٗ کا غیر موضوع لہٗ کے لئے ملزوم ہونا، یعنی ملزوم بول کر لازم مُراد لینا۔

جیسے: الحال ناطقۃ بکذا میں نطق کو دلالت کے معنی میں استعمال کرنا۔

(۱۰) لازمیت: موضوع لہٗ کا غیر موضوع لہٗ کے لئے لازم ہونا۔

جیسے شدّ ازارہ کا استعارہ عورتوں سے دُور رہنے کے لئے کہ

عورتوں سے علیحدہ رہنا مستلزم ہے سنڈ آزار کو۔

(۱۱) مطلق بول کر مقید مراد لینا۔

جیسے "یوم" سے "یوم القیامۃ" مُراد لینا۔

(۱۲) مقید سے مطلق مُراد لینا

جیسے مشفر (اونٹ کے ہونٹ) سے مطلق ہونٹ کو مراد لینا۔

(۱۳) خاص بول کر عام مُراد لینا، یعنی موضوع لہٗ کا غیر موضوع لہٗ سے خاص ہونا

جیسے زید سے مطلق انسان مُراد لینا

(۱۴) عام بول کر خاص مُراد لینا، یعنی موضوع لہٗ کا غیر موضوع لہٗ سے عام ہونا

جیسے "انسان" سے "زید" کو مُراد لینا۔

(۱۵) موضوع لہٗ (مضاف الیہ) کا غیر موضوع لہٗ (مضاف) کی جگہ ذکر کرنا، یعنی مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کی جگہ ذکر کرنا۔

جیسے واسئل القریۃ کہ اصل میں واسئل اھل القریۃ ہے مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کی جگہ ذکر کیا گیا ہے۔

(۱۶) مضاف الیہ کا حذف، جیسے حینئذٍ ویومئذٍ وغیرہ میں۔

(۱۷) مجاورت: موضوع لہٗ کا غیر موضوع لہٗ سے متصل ہونا۔

جیسے "میزاب" (پرنالہ) سے پانی مراد لینا، اس لئے کہ پانی کا میزاب سے اتصال ہوتا ہے۔

(۱۸) آلیت: موضوع لہٗ کا غیر موضوع لہٗ کے لئے آلہ ہونا، یعنی کسی شے کے آلہ کا نفس اس شے پر اطلاق۔

جیسے زبان جوکہ ذکر کا آلہ ہے اس سے ذکر کو مُراد لینا۔

(۱۹) **بدلیت**: موضوع لہ، وغیر موضوع لہ کا باہم بدل ہونا۔

جیسے "دَم" جوکہ حج کی غلطیوں کی مکافات کی ایک صورت ہے اس سے "دیت" یعنی مقتول کے قتل کے مالی عوض کو مُراد لینا۔

(۲۰) **معرفہ** کا نکرہ کی جگہ استعمال جیسے "انی اخاف الاسد" میں الاسد معرفہ غیر معین کے لئے مستعمل ہے۔

(۲۱) **تضاد**: موضوع لہ، وغیر موضوع لہ کا ایک دوسرے کے لئے ضد ہونا، جیسے بصیر (بینا) سے اعمی (نابینا) کو مراد لینا۔

(۲۲) **زیادت**: یعنی عبارت میں کسی کلمہ کا اصل مراد سے زائد ہونا۔

جیسے لیس کمثلہ شیئ میں لفظ 'ک' زائد ہے۔

(۲۳) **حذف**: کلام کے کسی جزء کو حذف کر دینا۔

(۲۴) **نکرہ** کا اثبات کے تحت واقع ہوکر عموم کا فائدہ دینا'

جیسے تمرۃ خیر من جرادۃٍ

بعض حضرات نے ان علاقوں میں سے بعض کو بعض میں ضم و مدغم کر کے ذکر کیا ہے تو کل ۱۲ علاقے ذکر کئے ہیں بلکہ بعض نے پانچ اور چار کی تعداد بھی ذکر کی ہے۔

سوالات

(۱) مجاز مرسل کی تعریف کیجئے (۲) مجاز مرسل میں علاقے کتنے ہو سکتے ہیں اور کیا کیا؟

(۳) ان علاقوں کی تعداد اتفاقی ہے یا اختلاف ہے، اگر اختلاف ہے تو کیا ہے؟

(۴) امثلۂ ذیل میں علاقوں کی نشان دہی کیجئے:۔

۱ یلبس المصریون القطن الذی تنتجہ بلادھم ۲ ارقد وانارًا

۳ لہ ایاد علیّ سابغۃ (احسانات) (بڑے بڑے) أعدّ منھا ولا أُعدّدھا (شمار کرنا)

۴ ینزل لکم من السماء رزقًا ۵ کلما دعوتھم لتغفر لھم

جعلوا اصابعھم فی اٰذانھم ۶ ففی رحمۃ اللہ ھم فیھا خالدون

۷ وجعلنا نومکم سباتًا (راحت کا سامان) ۸ وجعلنا النھار معاشًا

۹ انی ارانی اعصر خمرًا ۱۰ ولا یبدین زینتھن الا ما ظھر منھا

فصل سوّم

مجاز مرکّب اور مجاز عقلی

(الف) مجاز مرکّب

"مجاز لغوی" کی ایک قسم وصورت مجاز مرکب بھی ہے اس لئے کہ مجاز جیسے مفردات میں ہوتا ہے، مرکبات میں بھی ہوتا ہے۔

یعنی جیسے مفرد میں معنی موضوع لہٗ کے بجائے غیر موضوع لہٗ معنی کو مُراد لیتے ہیں، ایسے ہی جملوں میں بھی ایسا ہوتا ہے کہ اصل معانی موضوع لہا کے بجائے دوسرے معانی مراد لئے جاتے ہیں، اور جیسے مفرد میں ہر دو کے درمیان تعلق کا ہونا ضروری ہے خواہ مشابہت کا ہو یا کوئی دوسرا، ایسے ہی مرکب میں بھی دونوں قسم کے علاقے پائے جاتے ہیں اسی لئے ایسا جملہ وکلام جس کے اصل معنی کے بجائے دوسرے معانی مُراد ہوں، اس کی دو اقسام ہیں:

(۱) مجاز مرکب (۲) استعارہ تمثیلیہ

۱۔ مجاز مرکب

(الف) **تعریف**: مجاز مرکب وہ جملہ ہے کہ جس کے موضوع لہٗ معانی کے بجائے غیر موضوع لہٗ معانی مراد ہوں اس طور پر کہ دونوں کے درمیان مشابہت کا تعلق نہ ہو اور حقیقت کو مُراد لینے سے مانع قرینہ بھی موجود ہو۔

(ب) مثال : جملہ خبریہ جبکہ انشائیہ کے معنی میں ہو مثلاً والوالدات برضعن اولادھن ۔ یہ جملہ لفظاً خبریہ ہے مگر معنیً انشائیہ ہے اسلئے کہ مضارع امر کے معنی میں ہے ۔

۲۔ استعارہ تمثیلیہ

(الف) تعریف : وہ جملہ جس کے اصل معنی کے بجائے دوسرے معانی مراد ہوں دونوں معانی کے درمیان مشابہت کا تعلق ہونے کی وجہ سے ۔

(ب) مثال ، کسی کام کے حق میں متردد شخص سے کہنا ،
اراك تُقَدِّم رجلا و توٴخر اخری ، یہ جملہ تشبیہ پر مبنی ہے ۔
ضرب الامثال سب اسی قبیل سے ہیں ۔

(ب) مجاز عقلی

" مجاز عقلی " سے متعلق مختصر تفصیل و توضیح مجاز کی ابتدائی بحث میں " مجاز لغوی " کے تذکرہ کے ساتھ گزر چکی ہے جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ :۔
" مجاز لغوی " کا تعلق مسند یا مسند الیہ یا اس کے متعلقات سے ہوتا ہے ۔

۱۔ تعریف : مجاز عقلی وہ مجاز ہے جس میں فعل یا معنی فعل کو غیر فاعل حقیقی کی طرف منسوب کیا جائے ۔

۲۔ شرائط : مجاز عقلی میں بھی دو امور کا پایا جانا ضروری ہے : ایک تعلق و مناسبت فاعل حقیقی و غیر حقیقی کے درمیان ، دوسرے قرینہ ، اس لئے کہ " مجاز عقلی " مجاز مطلق کی ایک قسم ہے اور مجاز مطلق کے لئے یہ دونوں امور ضروری ہیں ۔

۳۔ مثال: ۵ اشابَ الصَّغِیرَ وَافنَی الکبیرَ
(بوڑھا کرنا)
مَرُّ الغَداۃِ وکرُّ العشی
(صبح وشام کے آنے جانے سے)

اس شعر میں "اشاب اور افنی" دونوں کی نسبت، جن امور کی طرف ہے وہ فاعل غیر حقیقی ہیں، اس لئے کہ فاعل حقیقی تو اللہ تعالیٰ ہے۔

۴۔ صور: مجاز عقلی کی اصولی دو صورتیں ہیں:۔۔۔۔۔۔

اوّل یہ کہ فعل یا معنی فعل کی اسناد فاعل کے بجائے فعل کے سبب[۱] یا زمان[۲] یا مکان[۳] یا مصدر[۴] کی طرف کی جائے۔

جیسے ۱۔ بنی الامیر المدینۃ میں فعل کے سبب کی طرف اسناد ہے ۲۔ تجری من تحتہا الانہار میں فعل کی نسبت مکان کی طرف ہے اس لئے کہ نہر کا پانی جاری ہوتا ہے خود نہر نہیں، جس کا مصداق زمین کا گڑھا ہے جس میں پانی بہتا ہے۔ ۳۔ نہارہٗ صائم اس میں معنی فعل کی زمان کی طرف نسبت ہے اس لئے کہ "نہار" تو روزے کا وقت ہے۔ ۴۔ فلانٌ جَدَّ جِدّہ میں جدّ فعل کی نسبت مصدر جِدّ کی طرف ہے۔

دوم یہ کہ اسم فاعل کو اسم مفعول کے معنی میں اور اسم مفعول کو اسم فاعل کے معنی میں استعمال کیا جائے جیسے راضیۃ بمعنی مرضیۃ اور جیسے "انّہ کان وعدہ مأتیّا" میں مأتیا اسم مفعول بمعنی "آتیا" (آنے والا) ہے۔

سوالات

(۱) کیا جملوں میں بھی مجاز ہوتا ہے ؟ (۲) مجاز مرکب و استعارہ تمثیلیہ کا کیا مطلب ہے اور دونوں کے درمیان کیا فرق ہے ؟ (۳) مجاز عقلی کا تعلق لفظ سے ہے یا اسناد سے ؟ (۴) مجاز عقلی کی تعریف و شرائط کیا ہیں ؟ (۵) مجاز عقلی کی صورتیں کتنی ہیں تفصیل کیجیے۔

(٦) امثلہ ذیل میں مجاز عقلی کی صورتوں کی نشاندہی کیجیے :

۱ لاعاصم اليوم من امر الله الا من رحم ۲ ذهبنا الى حديقة غنّاء

۳ بنى اسماعيل كثيراً من المدارس بمصر ۴ ليل الزاهد قائم

۵ ازدحمت شوارع القاهرة ۶ انه كان وعده مأتيا

۷ يذبح ابناءهم ۸ ينزع عنهما لباسهما

۹ حفر محمد على باشا الترعة المحمودية

۱۰ انا نخاف من ربنا يوما عبوسًا

فصل چہارم

کنایہ

۱۔ تعریف: کسی لفظ سے معنی موضوع لہٗ کے بجائے معنی کا کوئی لازم مُراد لینا اس احتمال کے ساتھ کہ شاید معنی موضوع لہٗ ہی مُراد ہوں۔

۲۔ مثال: "طویل النجاد" سے طویل القامت مراد لینا، اس لئے کہ نجاد کے معنی ہیں تلوار کی نیام اور تلوار کی نیام وہی لمبی رکھے گا جو خود لمبا ہو، تو "طول قامت" "طول نجاد" کے لئے لازم ہے۔

۳۔ عنوان معنی مراد کنایہ: کنایہ کے ذریعہ لفظ کے جو معنی مراد لئے جاتے ہیں اصل معنی سے ہٹ کر، اس کو "مکنی عنہ" کہتے ہیں۔

۴۔ اقسام: کنایہ کی "مکنی عنہ" یعنی اس سے مراد مخصوص معنی کے اعتبار سے تین اقسام ہیں: (الف) مکنی عنہ صفت ہو، (ب) مکنی عنہ موصوف ہو (ج) مکنی عنہ نسبت ہو۔

(الف) مکنی عنہ کا صفت ہونا، جیسے ؎

طویل النجاد، رفیع العماد کثیر الرماد، اذا ماشتا

(میرا ممدوح تلوار کی لمبی نیام والا، اونچے خیموں والا اور بڑی راکھ والا ہوتا ہے جبکہ سردی کا موسم ہو)

اس شعر میں طویل النجاد، رفیع العماد، کثیر الرماد، تینوں کنایات ہیں تین اوصاف سے۔ اوّل بہادری سے، اس لئے کہ لمبی تلوار رکھنے والا خود بھی لمبا ہوتا ہے اور لمبا آدمی عادۃً بہادر ہوتا ہے۔ دوم سرداری سے

اس لئے کہ اونچے خیمے سرداروں کے ہوتے ہیں کہ ان کے یہاں مجلسیں لگتی ہیں اور آمد و رفت کی کثرت ہوتی ہے۔ سوم سخاوت و ضیافت سے اس لئے کہ راکھ کی کثرت ان اوصاف کا لازم ہے، سخی و مہمان نواز کے یہاں آگ بکثرت جلتی ہے تو راکھ بھی خوب ہوگی۔

(ب) مکنی عنہ کا موصوف ہونا، جیسے ؎

الضّاربین بکلّ ابیضَ لِحذم　　　والطاعنین مجامع الاضغان

(وہ خوب مارنے والے ہیں ہر چمکدار و خوب کاٹنے والی تلوار سے اور نیزہ مارنے والے ہیں بغض و عداوت کے جمع رہنے کی جگہوں یعنی دلوں میں)

اس میں "مجامع الاضغان" کنایہ ہے "قلوب" سے اس لئے کہ دل ہی ان اوصاف کا موصوف بنا کرتے ہیں۔

(ج) مکنی عنہ کا نسبت ہونا، جیسے کہا جاتا ہے المجد بین ثوبیہ اور الکرم تحت ردائہ، پہلا جملہ ممدوح کی طرف مجد کی نسبت سے اور دوسرا کرم کی نسبت سے کنایہ ہے، اس لئے کہ کسی چیز کا کسی کے دو کپڑوں کے درمیان یا نیچے ہونا۔ اس کی دلیل ہے کہ وہ شے کپڑوں کے مالک کے پاس اور اس کی ملکیت میں ہے۔

۵۔ اقسام باعتبار توسط برائے مکنی عنہ

کنایہ میں ایک تقسیم اور جاری ہوتی ہے جس کی بنا اس پر ہے کہ کنایہ میں جو معنی مراد ہوتے ہیں یعنی مکنی عنہ وہ اصل معنی کا لازم ہوتا ہے اور لازم کا اپنے ملزوم کے لئے جو لزوم ہوتا ہے وہ کبھی براہ راست ہوتا ہے

اور کبھی بالواسطہ اور بالواسطہ ہونے میں واسطے کم کبھی ہوتے ہیں اور زیادہ بھی، نیز یہ کہ ان واسطوں کے مختلف حالات ہوتے ہیں، ان واسطوں کے پیش نظر کنایہ کی تین اقسام کی جاتی ہیں: ——

(الف) تلویح (ب) رمز (ج) اشارہ

(الف) تلویح

۱۔ تعریف: لازم وملزوم کے درمیان متعدد واسطوں کا ہونا

۲۔ مثال: "فلان کثیر الرماد" کہہ کر سخی مُراد لیا جائے۔ اس مثال میں "کثیر الرماد" کے اصل معنی اور اس کے لازم کرم وسخاوت کے درمیان کئی واسطے نکلتے ہیں جس کی تفصیل یوں ہے کہ راکھ کی کثرت آگ کی کثرت کو مستلزم ہے، اور آگ کی کثرت زیادہ پکانے کو مستلزم ہے اور وہ مہمانوں کی کثرت کو، اور مہمانوں کی کثرت سخاوت کو مستلزم ہے۔

(ب) رمز

۱۔ تعریف: لازم وملزوم کے درمیان واسطوں کا نہ ہونا، یا قلیل ومخفی واسطوں کا ہونا۔

۲۔ امثلہ: (الف) واسطے نہ ہونے کی مثال جیسے فلان عریض القفا سے بیوقوف مُراد لینے کی صورت میں، کہ اس کے لغوی معنی اور مکنی عنہ کے درمیان کوئی واسطہ نہیں پایا جاتا، اس لئے کہ گردن کی چوڑائی حماقت کو مستلزم مانی جاتی ہے۔

(ب) قلیل ومخفی واسطوں کی مثال جیسے فلان عریض الوسادۃ سے

حماقت مراد لینا، اس لئے کہ تکیہ کی چوڑائی گردن کی چوڑائی کو مستلزم ہے اور وہ حماقت کو، اس میں ایک واسطہ ہے اور وہ بھی زیادہ واضح نہیں ہے

(ج) اشارہ

۱۔ تعریف: واسطوں کا کم مگر واضح ہونا

۲۔ مثال: او ما رأیت المجد القی رحله فی آل طلحۃ ثم لم یتحول

اس میں ایک واسطہ ہے جو کہ واضح ہے، اس لئے کہ مجدّ و عزّت کا آل طلحہ کے درمیان اپنی سواری کو ڈال دینا اور نہ ٹلنا کنایہ ہے مجد کے ان کے مقام پر پائے جانے سے جو کہ مستلزم ہے، مجد کی انکی طرف نسبت کو۔

(د) تعریض

یہ بھی کنایہ کی ایک معروف قسم ہے۔

۱۔ تعریف: مخاطب کی فہم پر اعتماد کر کے کسی لفظ سے معنی حقیقی کے بجائے اس کے کسی لازم کو مُراد لینا۔

۲۔ مثال: ایسا آدمی جو لوگوں کو نقصان پہونچایا کرتا ہو، اس سے کہنا خیر الناس من ینفع الناس۔ اس کا ظاہری مفہوم تو یہ ہے کہ جو انسان دوسروں کو نفع پہونچائے وہ بہتر ہے، مگر مراد یہاں لازم ہے کہ تم چونکہ دوسروں کو نقصان پہونچاتے ہو، اس لئے اچھے آدمی نہیں ہو۔

۶۔ مجاز وکنایہ کا درجہ

علماء بلاغت کا اتفاق ہے کہ مجاز بمقابلہ حقیقت کے اور کنایہ بمقابلہ صریح کے ابلغ ہے، کہ ان دونوں سے کلام میں قوت پیدا ہوتی ہے۔ اگرچہ اصل کلام میں حقیقت وصریح ہے۔

۷۔ کنایہ کے لئے قرینہ: چونکہ کنایہ کے تحت بھی لفظ کے اصل معنی مراد نہیں ہوتے اور غیر موضوع لہٗ کو مراد لینا بغیر کسی داعی و باعث کے درست نہیں ہے اس لئے مجاز کی طرح کنایہ کے لئے بھی قرینہ کی ضرورت ہوتی ہے البتہ مجاز کا کنایہ یہ متعین کرتا ہے کہ حقیقت مراد ہی نہیں ہے اور کنایہ کا قرینہ مکنی عنہ کو متعین ضرور کرتا ہے مگر اس کے باوجود اصل معنی کو مراد لینے کی گنجائش رہتی ہے۔

سوالات

(۱) کنایہ کیا ہے؟ تعریف و مثال سے واضح کیجئے۔ (۲) مکنی عنہ کس کو کہتے ہیں؟ (۳) مکنی عنہ کے اعتبار سے کنایہ کی کتنی صورتیں ہوتی ہیں، ان اقسام کی مع امثلہ وضاحت کیجئے۔ (۴) واسطوں کے اعتبار سے کنایہ کی کتنی اقسام ہیں اور کیا کیا؟ (۵) تلویح کیا ہے؟ (۶) رمز کس کو کہتے ہیں؟ (۷) اشارہ کو بیان کیجئے (۸) تعریض کس کو کہتے ہیں؟ (۹) حقیقت ومجاز میں اور صریح وکنایہ میں کون ابلغ ہے؟ (۱۰) امثلۂ ذیل میں کنایات کی نشاندہی کیجئے۔

۱۔ فمسّاهم وبُسطُهم حرير (شام آنا) — وصبّحهم وبُسطُهم تراب (صبح آنا)

۲۔ ومن في كفه منهم قناة (نیزہ) — كمن في كفه منهم خضاب (مہندی)

۳۔ القى فلان عصاه — ۴۔ يشار اليه بالبنان (انگلی)

۵۔ فاصبح يقلّب كفيه على ما انفق فيها وهي خاوية

بَابِ دُوم

علم معانی

۱۔ تعریفِ علمِ معانی :۔ ان اصول وقواعد کا جاننا جن کے ذریعہ عربی زبان کے ان احوال سے واقفیت حاصل ہو جن کی بنیاد پر کلام کو مقتضائے حال کے مطابق بنایا جاتا ہے۔

۲۔ مثال : ارشاد باری ہے : انا لاندری اشرٌّ ارید بمن فی الارض ام اراد بھم ربھم رشدًا ۔ اس آیت میں دو جملے ہیں۔ پہلا جملہ "اشرٌّ ارید بمن فی الارض" اور دوسرا ام اراد بھم ربھم رشدًا ہے، صورۃً دونوں مختلف ہیں اس لئے کہ پہلے میں فعل مجہول لایا گیا ہے اور دوسرے میں فعل معروف ہے۔ اس اختلاف کا باعث یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات خیر وشر دونوں کی خالق ہے اس لئے دونوں کی نسبت اس کی طرف صحیح ہے لیکن شر کی خصوصیت کی وجہ سے شر کو پیدا کرنے کی نسبت اس کی طرف پسندیدہ نہیں ہے لہٰذا چونکہ پہلے جملے میں "شر" کا تذکرہ ہے۔ اس لئے فعل مجہول لایا گیا ہے اور دوسرے میں "خیر" کا ذکر ہے اس لئے فعل معروف لاکر اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی نسبت کی گئی ہے۔

۳۔ مباحث علمِ معانی : تعریف میں "احوال" کا ذکر آیا ہے اور 'احوال' چونکہ مختلف ہوتے ہیں، اس لئے ان کے تقاضے و مقتضیات بھی مختلف ہوتے ہیں اور 'علم معانی' میں انھیں "احوال" کی رعایت ہوتی ہے اور ان کے "مقتضیات" کو اپنایا جاتا ہے اس لئے انھیں احوال کی نسبت سے اس علم کے مباحث ضبط کئے جاتے ہیں، اصولی طور پر مذکورہ ذیل مباحث

اس کے تحت آتے ہیں :۔

خبر و انشاء ۔ قصر ۔ فصل و وصل ۔ تقدیم و تاخیر ۔ ذکر و حذف ایجاز و اطناب اور مساوات ۔

ان مباحث کو چھ فصلوں میں ذکر کیا گیا ہے ۔

سوالات

(۱) علم معانی کی تعریف کیجئے (۲) مثال سے وضاحت کیجئے (۳) علم معانی میں کن امور سے بحث ہوتی ہے (۴) مثال ذیل میں اختلاف اسلوب و جمل کی توجیہ کیجئے

مُ ما اصابك من حسنةٍ فمن الله وما اصابك من سيئة فمن نفسك

فصل اوّل

خبر و انشاء

۱۔ تمہید: ہر جملہ و کلام خواہ اس کی کوئی بھی شکل و صورت ہو، اپنے مفہوم کے اعتبار سے اس کی دو اقسام ہیں:

(الف) خبر (ب) انشاء

خبر

۱۔ تعریف: خبر وہ کلام ہے جس کے قائل کو سچا یا جھوٹا کہا جا سکے۔

۲۔ توضیح: جب کوئی کلام ایسا ہوتا ہے کہ اس کے اندر زمانہ ماضی یا آئندہ میں کسی کام کے ہونے یا نہ ہونے کا بطور واقعہ بیان ہو تو اس میں یہ احتمال ہوتا ہے کہ وہ سچا بھی ہو سکتا ہے جھوٹا بھی، اس کے سچے یا جھوٹے ہونے کا مدار اس پر ہوتا ہے کہ وہ واقعہ حقیقت کے عین مطابق ہے یا نہیں اگر وہ واقع کے عین مطابق ہو تو "سچا" کہلاتا ہے اور اگر مطابق نہ ہو تو جھوٹا کہلاتا ہے، اسی کو صدق و کذب اور صادق و کاذب سے تعبیر کیا کرتے ہیں۔

۳۔ صدق :۔ کلام کا واقع کے مطابق ہونا۔

ایسے کلام کے قائل کو "صادق" کہتے ہیں۔

۴۔ کذب ، کلام کا واقع کے مطابق نہ ہونا۔

ایسے کلام کے قائل کو "کاذب" کہتے ہیں۔

۵۔ امثلہ : زیدٌ قائمٌ (زید کھڑا ہے) زیدٌ ذھب (زید گیا)
زیدٌ یذھب (زید جائے گا) ان جملوں میں زید کے متعلق جو باتیں کہی گئی ہیں اگر یہ واقع کے مطابق ہوں کہ زید واقعۃً کھڑا ہو، یا گیا ہو، یا اس کا جانا ہو تو یہ کلام و متکلم "صادق" کہلائیں گے، اور ان میں سے جو جملہ واقع کے مطابق نہیں ہوگا وہ اور اس کا متکلم "کاذب" کہلائیں گے۔

۶۔ ارکان : خبر کے بنیادی اجزاء و ارکان دو ہیں :۔

(الف) محکوم علیہ (ب) محکوم بہ

(الف) محکوم علیہ

(۱) تعریف : وہ ذات و شے جس کی طرف خبر میں مذکور حکم و وصف کی نسبت کی جائے۔

(۲) دیگر تعبیرات : اسی کو "مسند الیہ" اور "مخبر عنہ" بھی کہا کرتے ہیں۔

(۳) امثلہ : مبتدا، فاعل، نائب فاعل، نیز نواسخ یعنی افعال ناقصہ وحروف مشبہ بہ وغیرہ کے اسماء

(ب) محکوم بہ

(۱) تعریف : وہ وصف و حکم جس کی محکوم علیہ کی طرف نسبت کی جائے۔

(۲) دیگر تعبیرات، اسی کو "مسند" اور کبھی "مخبر بہ" بھی کہہ دیا کرتے ہیں۔

(۳) امثلہ: فعل، شبہ فعل، خبر، نواسخ کی خبر، اور وہ مبتدا جو اپنے بعد ایک اسم ظاہر کو رفع دیا کرتا ہے۔

(ج) ارکان سے زائد کلمات

خبر کے اندر پائے جانے والے وہ کلمات جو کہ محکوم علیہ یا محکوم بہ نہیں ہوتے وہ سب "قیود" شمار ہوتے ہیں، بشرطیکہ وہ دونوں ارکان میں سے کسی کا مضاف الیہ یا صلہ نہ ہوں ورنہ وہ ارکان ہی کے حکم میں ہوتے ہیں۔

قید کے طور پر حسب ذیل امور آتے ہیں :۔

الفاظ شرط۔ الفاظ نفی۔ مفعول کی تمام اقسام۔ حال۔ تمیز
توابع۔ نواسخ۔

سوالات

(۱) کلام کی کتنی اقسام ہیں اور کیا کیا؟ (۲) خبر کی تعریف کیجئے (۳) صدق وکذب کا کیا مطلب ہے مثال سے سمجھایئے (۴) خبر کے ارکان کتنے ہوتے ہیں اور کیا کیا؟ (۵) مسند الیہ کی تعریف کیجئے اور بتایئے کہ اس کو اور کیا کیا کہتے ہیں۔ (۶) مسند کی تعریف کیجئے اور بتایئے کہ محکوم بہ و مخبر بہ کس کو کہتے ہیں (۷) محکوم علیہ اور محکوم بہ کیا کیا امور ہو سکتے ہیں۔ (۸) امثلۂ ذیل میں صدق وکذب کی نشاندہی کیجئے
۱ ایک قاتل قتل کے بعد کہتا ہے "میں نے قتل نہیں کیا" یا کہتا ہے کہ "میں نے ہی قتل کیا ہے" تو اس کا یہ کلام خبر کہلائے گا یا نہیں، اور کون سا جملہ صادق ہو گا اور کون سا کاذب؟

اقسامِ خبر

خبر میں دو تقسیمات جاری ہوتی ہیں : (۱) باعتبار جزرِ اول
(۲) باعتبارِ حالِ مخاطب

۱۔ تقسیم اوّل باعتبار جزرِ اوّل

خبر کی اس کے جزرِ اوّل کے اعتبار سے دو اقسام ہیں :ـــــــ

(الف) جملہ اسمیہ (ب) جملہ فعلیہ

(الف) جملہ اسمیہ

۱۔ تعریف : جملہ اسمیہ وہ کلام خبری ہے جس کا جزرِ اوّل اسم ہو۔

۲۔ امثلہ : زید قائم۔ زید قام، دونوں جملے "اسمیہ" ہیں اس لئے کہ دونوں کا پہلا جزء اسم ہے۔

۳۔ فوائد : جملہ اسمیہ سے دو فوائد حاصل ہوتے ہیں :ــــــ

فائدۂ اُولیٰ تو یہ ہے کہ اس سے مسندالیہ کے لئے مسند کے ثبوت کا علم ہوتا ہے، یہ اس کا عام فائدہ ہے جیسے اوپر دونوں جملوں میں زید مسندالیہ کے لئے، قیام (کھڑے ہونے) کے ثبوت کا علم ہو رہا ہے۔

فائدہ ثانیہ : مسندالیہ کے لئے مسند کا استمرار و دوام کے ساتھ

ثبوت، یہ خصوصی فائدہ ہے جو ہر موقع پر نہیں حاصل ہوتا بلکہ کہیں کہیں اور قرائن کی بناء پر، قرینہ یہ ہوتا ہے کہ خبر "فعل" نہ ہو بلکہ "شبہ فعل" یعنی صفت کا کوئی صیغہ ہو، جیسے گزشتہ دونوں مثالوں میں پہلی مثال "زیدٌ قائمٌ" میں چونکہ خبر "قائم" اسم ہے، اس لئے اس سے زید کے محض قیام کا ہی علم نہیں ہو رہا ہے بلکہ قیام کے دوام و استمرار کا بھی، بمقابلہ "زیدٌ قام" کے، اس سے کسی خاص موقع کی نسبت سے اس کے کھڑے ہونے کا علم ہوتا ہے۔

(ب) **جملہ فعلیہ**

۱. تعریف: وہ کلام خبری ہے جس کا پہلا جزء فعل ہو۔

۲. مثال: قام زیدٌ

۳. فوائد: کسی مخصوص زمانہ میں (خواہ وہ ماضی ہو یا حال و استقبال) مسندالیہ کے لئے مسند کا حدوث و وجود۔ جیسے مثال مذکور میں "قام" زمانہ گذشتہ میں "زید" کے لئے "قیام" کے حدوث (پیش آنے) کو بتا رہا ہے۔

خصوصی فائدہ: "استمرار تجددی" کا ہوتا ہے کہ فعل کسی چیز کے برابر و بار بار پائے جاتے رہنے کو بتاتا ہے۔ یہ فائدہ کبھی کبھی قرائن کی بناء پر حاصل ہوتا ہے، اور قرینہ "فعل مضارع" ہوتا ہے۔

جیسے "یأتی الینا زید" میں "یأتی" زید کے لئے صرف "اتیان" (آنے) کے حدوث کو نہیں بتا رہا ہے بلکہ وہ "استمرار تجددی" پر

دلالت کر رہا ہے اس لئے کہ یہاں اس کا مفہوم و مفاد یہ ہے کہ "زید ہمارے پاس برابر آتا رہتا ہے" یعنی زید کی طرف سے اس فعل کے بار بار پائے جاتے رہنے کو بتا رہا ہے۔

۲۔ تقسیم دوم باعتبار حال مخاطب

مخاطب کے احوال کے اعتبار سے خبر کی تین اقسام ہوتی ہیں اس لئے کہ کبھی مخاطب ایسا ہوتا ہے کہ اس کو مخبر بہ کے متعلق کوئی علم نہیں ہوتا اور وہ اس کے ذہن میں ہوتا ہی نہیں، اور کبھی اس کو اس کی بابت شک و تردد یا انکار ہوتا ہے اس لئے تین اقسام بنتی ہیں: (الف) ابتدائی (ب) طلبی، اور (ج) انکاری۔

(الف) خبر ابتدائی

۱۔ تعریف: وہ خبر کہ جس میں مذکور "مخبر بہ" کا مخاطب کو بالکل علم نہ ہو

۲۔ حکم: اس صورت میں خبر کے ذکر کے لئے کسی طرح کے کلماتِ تاکید کے لانے کی ضرورت نہیں ہوتی اور یہ خبر ان سے خالی ہوتی ہے

۳۔ مثال: ایک شخص کو اس کے والد کے آنے کی خبر نہ ہو تو اس سے کہنا کہ "تمھارے والد آئے ہیں، جاء ابوك۔

(ب) خبر طلبی

۱۔ تعریف: وہ خبر جس کے 'مخبر بہ' کے ثبوت و وقوع کی بابت مخاطب کو شبہ ہو، اور وہ تحقق و یقین چاہتا ہو۔

۲۔ حکم: ایسی خبر میں تاکیدی کلمات و قیود کا اضافہ بہتر ہے اور محض ایک ایسا کلمہ کافی ہوتا ہے۔

۳۔ مثال: وہ مخاطب جس کو اپنے والد کی آمد کی خبر میں تردّد ہو اور وہ یقین و اطمینان چاہتا ہو، اس سے کہنا قد جاء ابوك (سچ مچ تمھارے والد آئے ہیں) یا " ان اباك جاء " کہ ان مثالوں میں "قد" اور "ان" کے ذریعہ مخاطب کے تردّد کو دُور کیا گیا ہے، اور اس موقع پر اگر ان کلمات کو نہ لایا جائے تو بھی گنجائش ہے۔

(ج) خبر انکاری

۱۔ تعریف: وہ خبر جس کے مخبر بہ کے ثبوت کا مخاطب انکار کرتا ہے۔

۲۔ حکم: اس صورت میں خبر کی تاکید یعنی اس کے ساتھ کلماتِ تاکید کا لانا ضروری ہے، اور جس درجہ کا انکار ہو اسی کے مطابق کلماتِ تاکید لائے جائیں گے، اسی لیے کبھی ایک مؤکّد (تاکید کرنے والا کلمہ) لایا جاتا ہے اور کبھی دو یا دو سے زائد بھی۔

۳۔ امثلہ: وہ مخاطب جسے زید کی آمد سے انکار ہو، اس سے کہنا:

۱۔ إنّ زيدًا قادم ۲۔ إنّ زيدًا لَقادمٌ ۳۔ واللہِ إنّ زيدًا لقادم

پہلی مثال میں ایک، دوسری میں دو اور تیسری میں تین کلماتِ تاکید کے لئے لائے گئے ہیں، تیسری میں قسم بھی تاکید کے لیے ہے۔

۴۔ کلماتِ تاکید: تاکید کی اصولی دو صورتیں ہیں، اوّل تو یہ کہ

جس کلمہ کی تاکید مقصود ہو اسی کو مکرر لایا جائے، جیسے جاءَ زیدٌ زیدٌ اور جاءَ جاءَ زیدٌ۔

دُوم یہ کہ وہ مخصوص کلمات جو کسی انداز میں اس مفہوم کو ادا کرتے ہیں حسب موقع ان کا استعمال کیا جائے۔

جیسے: إنَّ ، أنَّ ، لام ابتداء، نون ثقیلہ و نون خفیفہ، حروف زائدہ، قد حروف تنبیہ، حروف قسم، اَمّا شرطیہ۔

سوالات

(۱) خبر کی تقسیم اوّل کی بنیاد و اقسام بتائیے (۲) جملہ اسمیہ کس کو کہتے ہیں اور اس کے فوائد کیا ہیں؟ (۳) جملہ فعلیہ کے فوائد ذکر کیجئے اور تعریف بھی کیجئے۔ (۴) دوام و استمرار - اور استمرار تجددی کا کیا مطلب ہے؟ (۵) مخاطب کے احوال کے اعتبار سے خبر کی کتنی اقسام ہیں اور کیا کیا؟ (۶) کلمات تاکید کس میں لانے کی ضرورت نہیں ہے، کس میں بہتر ہے اور کس میں ضروری ہے؟

اغراضِ خبر

یوں تو خبر کے ساتھ مختلف اغراض وابستہ ہوتی ہیں، لیکن دو عموماً پائی جاتی ہیں۔

(الف) جو حکم جملہ میں بیان کیا گیا ہے مخاطب کو اس کے علم کا فائدہ پہونچانا یعنی مخاطب جو کہ اس سے ناواقف ہے اس کو اس سے واقف کرانا۔

ایسے حکم کو "فائدۃ الخبر" کہتے ہیں اور یہ غرض ان تمام خبری جملوں میں ہوتی ہے جن کے ذریعہ مخاطب کو کسی نامعلوم امر کی خبر دی جاتی ہے۔

(ب) مخاطب کو یہ فائدہ پہونچانا اور یہ بتانا کہ متکلم اس خبر کے مضمون سے واقف ہے، اس کو "لازم الفائدہ" کہتے ہیں، ایسا وہاں ہوتا ہے جہاں متکلم مخاطب کے سامنے کسی چیز کا ذکر کرے جو مخاطب کے علم میں ہو اور کسی وجہ سے مخاطب یہ سوچ سکتا ہو کہ متکلم کو اس کا علم نہ ہوگا، یا نہیں ہے، جیسے لقد نهضتَ من نومك اليوم مُبكّراً (آج تو آپ نیند سے بہت سویرے اُٹھ گئے ہیں) اس جملہ میں جو مضمون ہے، متکلم کا مقصود یہ نہیں ہے کہ مخاطب کو اس سے واقف کرایا جائے بلکہ اس کا مقصود یہ بتانا ہے کہ متکلم مخاطب کے اس حال سے واقف ہے۔

ان عمومی اغراض کے علاوہ مزید بعض اغراض ہوتی ہیں جنھیں کلام کے سیاق وسباق سے سمجھا جاتا ہے۔

۱۔ **استرحام:** مخاطب سے رحم کا سوال کرنا، جیسے حضرت موسیٰ کا فرمان رب انی لما انزلت الی من خیر فقیر (اے میرے پروردگار جو نعمت بھی آپ مجھ کو بھیج دیں میں اس کا حاجتمند ہوں) یہ صورۃً خبر ہے جس کے ذریعہ حضرت موسیٰؑ نے حق تعالیٰ سے اپنے لیے رحم وعنایت کا سوال کیا ہے

۲۔ **تحسّر:** یعنی کسی امر پر حسرت کا اظہار، جیسے حضرت مریمؑ کی والدہ کا ارشاد ہے: رَبِّ اِنِّي وَضَعْتُهَا اُنْثٰى (اے میرے پروردگار میں نے تو وہ حمل لڑکی جنی) کہ اس خبر میں اظہارِ حسرت مقصود ہے۔

۳۔ **اظہارِ ضعف:** جیسے حضرت زکریا کا ارشاد: —— رَبِّ اِنِّي وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ (اے میرے پروردگار میری ہڈیاں کمزور ہوگئی ہیں)۔

۴۔ **اظہارِ فخر:** جیسے ؎

اذا بلغَ الفطامَ لنا صَبِيٌّ (دودھ چھڑانا) — تخرّ لهُ الجبابرُ ساجدينا (گرنا) (بڑے بڑے حکمران ظالم وجابر)

۵۔ **تحریض:** کسی امر پر اُبھارنا جیسے ؎

لیس اخو الحاجات من بات نائما

(ضرورتوں کی فکر کرنے والا وہ نہیں ہے جو رات کو آرام کی نیند سوئے)

ولٰکن اخوها من بات علی وَجَل

(بلکہ ضرورتوں کی فکر کرنے والا وہ ہے جو خوف کے ساتھ رات گزارے)

خبر کی مُقتضیٰ سے مُطابقت و عدم مُطابقت

علم معانی کے تحت یہ بات آتی ہے کہ کلام مقتضائے حال کے مطابق ہو، اور کلام کو ایسا ہی ہونا چاہیے۔ خبر میں بھی یہی ہوتا ہے، اور خبر کی مطابقت و موافقت کی تین صورتیں نکلتی ہیں جن کو پیچھے "تقسیم باعتبار احوال مخاطب" کے تحت ذکر کیا گیا ہے مگر کبھی موافقت نہیں بھی ہوتی۔ موافقت نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ موقع و محل بظاہر جس اسلوب و قسم کا تقاضا کرتا ہو اسے چھوڑ کر دوسرے اسلوب و قسم کو استعمال کیا جائے۔ اس کی بھی تین صورتیں ہوتی ہیں اور اس کی بنیاد وہ امور و قرائن ہوتے ہیں جو متکلم کے پیش نظر ہوتے ہیں۔

(الف) خالی الذہن و ناواقف مخاطب کو متردّد (تردّد و شک والے) کے درجہ میں مان لینا۔ اس بنا پر کہ گذشتہ کلام میں خبر کی طرف اشارہ کرنے والی کوئی چیز گزر چکی ہے اور مخاطب کے حال سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ اسے اس کے حق میں تردّد ہے، جیسے ارشاد باری: —— اِنَّ النفسَ لاَمّارۃٌ بِالسُّوءِ۔ مخاطب کا ذہن اس حکم سے خالی تھا پھر بھی اس اسلوب میں یہ حکم بیان کیا گیا ہے اس لئے کہ اس سے پہلے کے جملے میں اس کی طرف اشارہ موجود ہے یعنی " وَمَا اُبَرِّئُ نَفْسِیْ " لہذا مخاطب کو اس سائل کے درجہ میں مان کر جسے تردّد ہو، آگے اس حکم کو صراحۃً وتاکیداً ذکر کیا گیا۔

(ب) غیر منکر کو منکر کا درجہ دینا۔ یعنی مخاطب ایک امر کا منکر نہیں ہے

لیکن اس کے اندر بظاہر انکار کی علامات پائی جارہی ہیں، اس لئے اسے منکر مان کر "خبر انکاری" کا استعمال کیا جائے، جیسے ارشاد باری: — ثم انکم بعد ذلک لمیتون ذ تاکید کا یہ اسلوب و انداز انکار کے موقع پر ہی اختیار کیا جاتا ہے۔ اس موقع پر اس کے مخاطب کفار، اگرچہ اس واقعہ یعنی موت کے حقیقۃً منکر نہیں تھے مگر دنیا سے ان کا تعلق اس انداز کا تھا کہ جس سے انکار ظاہر ہوتا تھا تو ان کے لئے اس مضمون کو "اسلوب انکاری و خبر انکاری" کی صورت میں ذکر کیا گیا۔

(ج) منکر کو غیر منکر کا درجہ دینا۔ یعنی ایک شخص کسی امر کا منکر ہے، مگر اسے غیر منکر قرار دیا جائے، اس لئے کہ اس کے سامنے اس امر سے متعلق ایسے شواہد و دلائل موجود ہوں کہ اس کے لئے اس امر سے انکار کی کوئی گنجائش نہ ہو جیسے ارشاد باری: — "الھکم الہ واحد" مضمون نہایت اہم، اور خطاب اہل شرک و کفر سے جو کہ وحدانیت کے منکر اعظم تھے بلکہ اس انکار کے علمبر دار تھے مگر ان کے لئے اسلوب "خبر ابتدائی" کا اختیار کیا گیا، محض اس وجہ سے کہ عالم میں ہر چہار طرف وحدانیت کے دلائل و شواہد بکھرے پڑے ہیں، اگر یہ لوگ ان پر غور و فکر کرتے تو کبھی شرک و کفر میں نہ پڑتے، اس لئے ان کے منکر ہونے کے باوجود غیر منکروں کے اسلوب میں ان سے بات کی گئی ہے کہ یہ تو کھلی ہوئی حقیقت ہے۔

سوالات

(۱) خبر کی عمومی اغراض کتنی ہوتی ہیں اور کیا کیا؟ (۲) فائدۃ الخبر، اور لازم الفائدہ کسے کہتے ہیں؟ (۳) خبر کی دیگر اغراض کیا کیا ہوتی ہیں؟ (۴) خبر کے مقتضائے حال کے مطابق ہونے نہ ہونے کی کتنی صورتیں ہیں (۵) عدم موافقت کی صورتوں کی کیا بنیاد ہوتی ہے، مثالوں سے سمجھائیے۔

(۶) امثلۂ ذیل میں اغراض کی نشاندہی کیجیے۔ ———

نمبر ۱ ولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم عام الفیل

نمبر ۲ انت تعمل فی حدیقتك كل یوم

نمبر ۳ ومكارمی عدد النجوم ومنزلی ماوی الكرام ومنزل الاضیاف

(۷) امثلۂ ذیل میں عدم موافقت کی صورت اور بنیاد کی نشاندہی کیجیے:

نمبر ۱ یاایها الناس اتقوا ربکم ان زلزلة الساعة شیئ عظیم

نمبر ۲ جو شخص والدین کا مطیع نہ ہو اس سے کہنا: إنّ برّ الوالدین لواجب

نمبر ۳ ظالم شخص سے کہنا، إن اللہ لمطلع علی افعال البلاد

نمبر ۴ جہل کی مضرت کے منکر سے کہنا، الجهل ضارٌّ

مسند الیہ کے احوال

(۱)

مسند و مسند الیہ جو کہ "خبر" کے بنیادی اجزا ترکیبیہ ہیں، ان پر مختلف احوال طاری ہوتے ہیں، کبھی ان کا حذف مناسب ہوتا ہے اور کبھی ذکر، کہیں معرفہ لانا، فوائد کا باعث ہوتا ہے، اور کہیں نکرہ لانا، اگرچہ اس انداز کے امور کے فوائد آگے کے صفحات میں آنے والے ہیں مگر اس موقع پر خاص طور سے "مسند و مسند الیہ" کی نسبت سے ان کے فوائد کا ذکر مقصود ہے، اس لئے کہ مسند و مسند الیہ خبر کے ارکان ہیں۔

احوال مسند الیہ

۱۔ تعریف

(یعنی معرفہ لانا) چونکہ معرفہ کی سات اقسام ہیں اور مسند و مسند الیہ ان اقسام میں سے کسی بھی قسم کے ہو سکتے ہیں، اور ان اقسام کے بعض فوائد اگرچہ مشترک بھی ہیں لیکن بعض جداگانہ ہیں اس لئے ہر ایک کے فوائد علیحدہ علیحدہ بیان کئے جاتے ہیں: ـــــــــ

(الف) ضمیر: تکلم، خطاب، غیبت کے مواقع پر اختصار سے کام لینا کہ کلام میں اکثر و بیشتر ایک ہی لفظ مثلاً متکلم یا فاعل کے نام کو بار بار ذکر

کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور بار بار نام لینے سے کلام میں طول بھی پیدا ہوتا ہے اور اکتاہٹ بھی، ضمیریں اسی طول و اکتاہٹ سے بچانے کا کام کرتی ہیں، اور بعض مرتبہ تو ایسا بھی ہوتا ہے کہ چند حروف پر مشتمل ضمیر متعدد کلمات بلکہ متعدد جملوں پر مشتمل کلام پر دلالت کرتی ہے۔

(ب) **علم**: ۱؎ آغاز گفتگو میں مخاطب کے ذہن کے اندر مسند الیہ کو مستحضر کرانا، مثلاً زید آیا، ۲؎ تعظیم جیسے رکب علی ۳؎ اہانت و تحقیر جیسے ھرب عمرو، ۴؎ تلذذ (کسی کے ذکر سے لذت حاصل کرنا) جیسے محبوب کا نام لینا، ۵؎ تبرک، برکت حاصل کرنے کے لیے کسی کا نام لینا جیسے اللہ تعالیٰ کا نام لینا، ۶؎ مسند الیہ کے ساتھ مخصوص کسی وصف سے کنایہ کرنا، مثلاً "ابولھب" سے "جہنمی" اور "فرعون" سے "سرکش و جابر" مراد لینا۔

(ج) **اسمِ اشارہ**: ۱؎ کسی شے و شخص کو غیر سے ممتاز کرنا، جیسے کسی شے مقصود کی طرف اشارہ کرنا جبکہ وہ سامنے ہو اور اس کی جیسی دوسری چیزیں بھی آس پاس موجود ہوں۔ ۲؎ مسند الیہ کے قرب یا دوری یا مسافت کے توسط پر تنبیہ کرنا جیسے ھذا زیدٌ جبکہ زید قریب ہو ذاك زیدٌ جبکہ زید کی دوری درمیانی ہو، ذٰلك زیدٌ جبکہ زید کافی دور ہو ۳؎ مخاطب کی کند ذہنی سے تعریض کرنا جیسے کسی معروف و معلوم شخص کا نام لینے کے موقع پر اسم اشارہ کو لانا، گویا کہ مخاطب اس کو جانتا ہی نہیں، ۴؎ وہ ضمیر کی طرح تعظیم و تحقیر وغیرہ کا بھی فائدہ دیتا ہے، جیسے

ذلك الکتاب قرآن کریم کے لئے کہا گیا ہے، یہ تعظیم کے لئے ہے اور کسی قریب شخص کے لئے ذلك اللعین کہنا۔ ۶ اظہار تعجب، جیسے
ع هذا الذی ترك اولاو هام حائرة (یہی ہے جس نے عقلوں کو حیران کر رکھا ہے)
۷ مسند الیہ کی جانب مخاطب کی پوری توجہ مبذول کرانا، جیسے فرزدق کا شعر حضرت زین العابدین کے متعلق ؎

هذا الذی تعرف البطحاء وطأتہ
(سرزمین مکہ) (چال)
والبیت یعرفہ والحِلّ والحرم

۸ اسم اشارہ سے پہلے جو اوصاف مذکور ہوں، ان کی وجہ سے مابعد کے حکم کے استحقاق کا بیان جیسے: اولئك علیٰ هدًی من ربهم واُولئك هم المفلحون ہ کہ اس آیت میں اس اشارہ اولئك کے ذریعہ پہلے جو اوصاف مذکور ہیں الذین یومنون بالغیب سے لے کر وبالاٰخرة هم یوقنون تک، ان کی وجہ سے بعد کے حکم کا استحقاق بیان کیا جارہا ہے یعنی ایسے اوصاف کے حامل لوگوں کے لئے ہدایت پر ہونا، اور کامیابی کا حاصل کرنا بیان کیا جارہا ہے۔

(د) **اسم موصول**: ۱ مخاطب کے ذہن میں مسند الیہ کا استحضار جبکہ مخاطب مسند الیہ کی بابت اس حال کے علاوہ کسی دوسرے حال سے واقف نہ ہو جسے صلہ کے طور پر ذکر کیا جائے۔ ۲ نام لینے سے احتراز جبکہ کسی وجہ سے نام لینے کو برا سمجھا جائے۔ ۳ کسی چیز کے اثبات میں تاکید و مبالغہ جیسے: وراودته التی هو فی بیتها اس آیت

میں جو موصول وصلہ لایا گیا ہے تو اس سے مقصود حضرت یوسف علیہ السلام کی برأت میں مبالغہ ہے، ۴ غیر مخاطب سے کسی امر کا اخفاء اور اس میں دو صورتیں ہوتی ہیں۔ کبھی تو متعلق شخص کا اخفاء مقصود ہوتا ہے، جیسے: جاء الذی کنت تنتظرہ میں، اور کبھی متعلقہ معاملہ یا شے کا اخفاء مقصود ہوتا ہے جیسے: وجدت ماکنت اطلبہ ۵ تعظیم جیسے انّ الّذی سمك السّماء ۶ کسی چیز کو بڑھا چڑھا کر بیان کرنا خواہ عظمت کے لئے جیسے فغشیھم من الیمّ ما غشیھم (بلند کرنا) (ڈھانپنا) (دریا) یا حقارت کے طور پر جیسے من لم یدر حقیقۃ الحال قال ما قال۔

۷ غلطی پر تنبیہ، جیسے: انّ الذی تراہ صدیقك عدوّلك۔

۸ خبر کی علت بیان کرنا جیسے ان الذی فعل کذا فلہ کذا

(۵) **مُعَرَّف باللام**:- ۱ معہود و متعین شخص و شے کی طرف اشارہ۔ خواہ پہلے سے ذکر کی وجہ سے متعین ہو یا علم کی وجہ سے ہو، جیسے: اذ یبایعونك تحت الشجرۃ میں "الشجرۃ" کا ذکر پہلے نہیں آیا، مگر مخاطب کو علم تھا، ایک صورت یہ ہے کہ بر موقع موجود ہونے کی وجہ سے ایسا کیا جائے جیسے "الیوم اکملت لکم دینکم میں "الیوم" سے خاص دن مراد ہے جو کہ بوقت کلام موجود ہے۔ یہ عہد اول و دوم میں "عہد خارجی" اور آخری میں "عہد حضوری" ہے۔

۲ جنس و نفس حقیقت کی طرف اشارہ جیسے: الانسان حیوان ناطق اس میں "ال" جنسی ہے۔ ۳ کلیت کی طرف اشارہ جیسے انّ الانسان

لفی خُسرٍ اس میں "ال" "استغراق" کا ہے اس لئے سارے انسانوں کو شامل ہے۔ ۲ کبھی متعین جنس کا فرد غیر متعین مراد ہوتا ہے، جیسے ولقد امرّ علی اللئیم یسبنی کہ اس میں "اللئیم" جنس کا فرد غیر متعین مراد ہے۔ اس صورت میں "ال" عہد ذہنی" کا کہلاتا ہے۔
(کمینہ) (برا کہنا)

(د) اضافت : ۱ تعریف و تخصیص جیسے کتاب سیبویہ، کتاب رجل۔

۲ اختصار، جیسے ع هوای مع الرکب الیمانیین مصعّدٌ
(محبوب میرا) (قافلہ) (جانا، بلندی پر چڑھنا)

اس میں "ھوای" کو "ھوالذی" کی جگہ لایا گیا ہے۔ ۳ چند چیزوں کی آپس میں تقدیم وتاخیر سے بچنا، جیسے حضر امراء الجند الگ الگ نام لیکر ذکر کرنے کے بجائے "امراء الجند" کی تعبیر اختیار کرنے میں یہ فائدہ ہوا کہ سب کی اجمالاً حاضری کا ذکر ہوگیا۔ اس سے قطع نظر کہ ساتھ ساتھ آئے یا آگے پیچھے۔ ۴ تعظیم مضاف کی جیسے کتاب السلطان یا مضاف الیہ کی تعظیم جیسے "خادمی" کہ متکلم نے اپنے خادم کا ذکر کرکے اپنے پاس خادم کے ہونے کو ثابت وظاہر کیا ہے اور اس سے اپنی عزت جتائی و بتائی ہے۔ ۵ علیحدہ علیحدہ شمار کی زحمت سے بچنا، جیسے اجمع اھل الحق علی کذا، کہنا، بجائے ہر ہر ایک کا الگ الگ نام لینے کے۔ ۶ تحقیر، خواہ مضاف کی ہو جیسے ابن اللص یا مضاف الیہ کی جیسے اللص رفیق ھذا
(چور)

(ہ) منادی : ۱ تعریف جیسے یارجل یافتی وغیرہ، نیز دوسرے اغراض وفوائد جو "انشاء" کے بیان میں آئیں گے۔

سوالات

(۱) ضمیر کے فوائد بیان کیجئے۔ (۲) علم کے فوائد کیا ہیں؟ (۳) لفظ "نمرود" سے اگر سرکش مراد لیں تو کس فائدہ کو متضمن ہوگا؟ (۴) اسم اشارہ کے کتنے فوائد ہیں اور کیا کیا؟ (۵) اسم موصول کے فوائد بتایئے۔ (۶) غیر مخاطب سے اخفار معاملہ کی کتنی صورتیں ہیں؟ (۷) معرف باللام کے فوائد شمار کرایئے (۸) عہد کی کتنی اقسام ہیں اور کیا کیا؟ عہد خارجی اور عہد ذہنی میں کیا فرق ہے؟ (۹) اضافت کے فوائد بتایئے۔ (۱۰) امثلۂ ذیل میں فوائد کی نشاندہی کیجئے:-

۱ عبدی ۲ ان ملك بلادنا ابی ۳ تبرك الذی بیده الملك

مسند الیہ کے احوال

(۲)

۲۔ تنکیر

یعنی نکرہ لانا، مسند الیہ کے نکرہ ہونے کے بھی بہت سے فوائد ہیں، مثلاً ۱۔ اِفراد یعنی کسی حکم کی نسبت میں مسند الیہ کی تنہائی و اکیلے پن کو بتانا:— جیسے جاء رجلٌ (ایک آدمی آیا) ۲۔ نوعیت، یعنی کسی شے کی نوع و قسم کو بیان کرنا جیسے عَلٰی ابصارھم غشاوۃ (ان کی آنکھوں پر ایک خاص قسم کا پردہ ہے) ۳۔ تعظیم گذشتہ مثال تعظیم کی بھی ہو سکتی ہے۔ ۴۔ تحقیر، پہلی مثال اس کی بھی ہو سکتی ہے۔ ۵۔ تکثیر، یعنی کثرت کو بتانا جیسے: لفلان مالٌ ای مالٌ کثیرٌ ۶۔ تقلیل، کسی چیز کی کمی کو بتانا جیسے: رضوانٌ من اللہ اکبر (اللہ کی تھوڑی رضا بھی بہت بڑی چیز ہے) ۷۔ عدم تعین، جیسے: ھل ھنا رجلٌ، ۸۔ اخفار معاملہ جیسے قال رجلٌ یا وجدت شیئاً جبکہ شخص مذکور یا شے مذکور کا اظہار کسی وجہ سے مناسب نہ سمجھا جائے۔ ۹۔ نفی کے بعد عموم جیسے مالکم من الٰہ (تمہارے لئے کوئی معبود نہیں) ۱۰۔ اثبات کے بعد عموم جیسے علمت کلّ نفسٍ

۳۔ توابع

(الف) **وصف**:- ۱۔ تخصیص و تمیز، جیسے: حضر علی الکاتب ۲۔ تاکید، جیسے تلک عشرۃ کاملۃ۔ ۳۔ مدح و ذم، جیسے، رجل صالح

اور جل طالع۔ ۴ کشف وبیان جبکہ صفت موصوف کے معنی و مصداق کی وضاحت کرے، جیسے الجسم الطویل العریض العمیق۔ الجسم کے بعد کے تینوں الفاظ دراصل جسم کی حقیقت و مفہوم کو واضح کر دیتے ہیں اسلئے کہ "جسم" ہر وہ شئے کہلاتی ہے جو کہ طول، عرض، عمق رکھتی ہو۔

تنبیہ: انھیں مذکورہ فوائد کی بنا پر صفت کے لئے مختلف اقسام و تعبیرات ذکر کی جاتی ہیں۔ اول کو "مخصصہ" دوم کو "موکدہ" سوم کو "مادحہ و ذامّہ"، چہارم کو کاشفہ اور موضحہ و مبینہ بھی کہتے ہیں۔

(ب) **تاکید**: ۱ اثبات و توضیح جیسے جاء زیدٌ زیدٌ ۲ مجاز کے توہم کو دور کرنا، جیسے ذھبت بنفسی (میں خود گیا) یعنی اپنے کسی متعلق کے جانے کو "ذھبت" سے تعبیر نہیں کیا گیا ہے۔ اسی وہم کو یہاں "بنفسی" سے دور کیا گیا ہے۔ ۳ سہو کے توہم کو دور کرنا، مثال اوّل اس کی بھی بن سکتی ہے۔ ۴ عدم شمول کے توہم کو دور کرنا، جیسے "جاء القوم کلھم" میں کلھم سے یہ بتایا گیا ہے کہ آنے میں پوری قوم شریک ہے۔

(ج) **عطفِ بیان**: ۱ محض توضیح جیسے اقسم باللہ ابوحفص عمر ۲ مدح کے ساتھ توضیح جیسے جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام میں البیت الحرام سے دونوں فائدے حاصل ہو رہے ہیں، مدح کا بھی اور توضیح کا بھی۔

(د) **بدل**: ۱ زیادتی تقریر و اثبات یعنی کسی حکم کے ثبوت کو اہتمام سے

بیان کرنا، جیسے جاء زید اخوک

(۵) **عطف نسق**: ۱۔ اختصار کے ساتھ تفصیل جیسے جاء زید و عمر کہ اس میں زید و عمر دونوں کے آنے کو بیان کیا گیا ہے مگر تقدم و تاخر اور معیت وغیرہ کی تفصیل کے بغیر ۲۔ غلطی کو بتا کر صحیح بات کی طرف لانا جیسے جاء عمرو لا بکرٌ ۳۔ کسی حکم کو ایک سے دوسرے کی طرف پھیرنا جیسے جاء زید بل عمروٌ کہ پہلے زید کا آنا بیان کیا گیا ہے پھر اس کی جگہ عمرو کا، ۴۔ مخاطب کو تردد میں ڈالنا جیسے جاء زید او عمروٌ ۵۔ متکلم کا شک میں ہونا، مذکورہ مثال اس کی بھی ہو سکتی ہے۔ ۶۔ ابہام، انّا او ایاکم لعلی ھدی او فی ضلال ۷۔ تلافی مافات، جیسے جاء القوم لکن عمرو لم یجیٔ

(۶) **ضمیر فصل**: ۱۔ تخصیص و تاکید جیسے زید ھو القائم (زید ہی کھڑا ہے) ۲۔ صفت و خبر میں تمیز جیسے مذکورہ مثال جبکہ خبر معرفہ ہو۔

سوالات

(۱) تنکیر کے فوائد کتنے ہیں اور کیا کیا؟ (۲) تقلیل و تحقیر میں کیا فرق ہے؟ (۳) تکثیر و تعظیم میں کیا فرق ہے؟ (۴) وصف کے فوائد بتایئے (۵) تاکید کے کتنے فوائد ہیں؟ (۶) عطف بیان کے فوائد ذکر کیجئے۔ (۷) بدل و عطف نسق کے فوائد بیان کیجئے (۸) ضمیر فصل کس لیے آیا کرتی ہے؟

مسند کے احوال

۱۔ **تعریف**: ۱ حصر جیسے زید ھوالقائم اور القائم زید وغیرہ

۲۔ **تنکیر**: ۱ عدم حصر جیسے القائم رجلٌ زید قائم

۳۔ **افراد**: (یعنی مفرد ہونا جملہ نہ ہونا) ۱ غیر سببی ہونا، جس کا مطلب یہ ہے کہ خبر ایسی ہو کہ خود اس کے مبتدا سے اس کا صدور ہو رہا ہو جیسے زید قائمٌ اور سببی کا مطلب ہے کہ خود مبتدا سے اس کا صدور نہ ہو جیسے زید ابوہ قائم کہ اس مثال میں مذکورہ قیام کا صدور زید سے نہیں بلکہ اس کے والد سے ہے ۲ حکم کی عدم تقویت یعنی قوت کے ساتھ حکم کو ثابت نہ کرنا، اسناد کے مکرر نہ ہونے کی وجہ سے جیسے زید قائم برخلاف زیدٌ قام" کے کہ اس مثال میں تقویت حکم کا یہ سبب موجود ہے کہ اسناد مکرر ہے ایک" زید اور قام" کے درمیان ہے مبتدا و خبر ہونے کی بنا پر اور دوسری اسناد خود" قام" کے اندر ہے اس کے اندر پوشیدہ ضمیر فاعل کی نسبت سے۔

۴۔ **جملہ ہونا**: ۱ خبر کا سببی ہونا، جیسے زید قام ابوہ ۲ تقویت حکم کا افادہ جیسے زید قام توضیح اوپر گذر چکی ہے۔

۵۔ **فعل ہونا**: ۱ مسند کو تینوں زمانوں میں سے کسی ایک کے ساتھ خاص کرنا جیسے زیدٌ ضرب، زیدٌ یضرب اور زید سیضرب، ۲ تجدد و حدوث یعنی مدلول کے عدم سے وجود میں آنے یا برابر ہوتے رہنے

کو بتانا جیسے "زید قام" میں حدوث ہے کہ یہ اسی موقع پر بولا جائیگا جبکہ زید کسی دوسری حالت سے قیام کی حالت میں آیا ہو۔ ایسے ہی "زید یقوم" زمانۂ حال میں قیام کے وجود کو بتا رہا ہے اور "زید یأتی" کا مفہوم یہ بھی ہو سکتا ہے کہ "زید آتا رہتا ہے" تو یہ "تجدد" ہوگا کہ اس سے برابر اس فعل کا پایا جانا سمجھا جا رہا ہے۔

۶۔ اسم ہونا: مسند کا کسی زمانے کے ساتھ خاص نہ ہونا یعنی استمرار و دوام کو بتانا۔

تنبیہ (۱) یہ عمومی فوائد ذکر کیے گئے ہیں، کبھی ان میں کچھ رد و بدل بھی ہو جاتا ہے مثلاً تکلّم، خطاب، غیبت، ہر ایک کے لئے علیحدہ علیحدہ ضمیریں متعین ہیں مگر کبھی ایک کے موقع پر دوسرے کو استعمال کر لیتے ہیں حتیٰ کہ ایک سلسلۂ کلام میں بھی۔

تنبیہ (۲) جیسا کہ ذکر کیا گیا یہ عمومی فوائد ہیں یعنی اکثر و بیشتر پائے جانے والے، ان کے علاوہ اور بھی فوائد و اصول ہیں جو بلاغت کی مفصل کتابوں میں مذکور ہیں۔ بعض چیزیں آئندہ فصلوں میں آنے والی ابحاث کے تحت آ رہی ہیں۔ مثلاً ذکر و حذف، تقدیم و تاخیر وغیرہ کے تحت۔ بعض چیزیں اس سلسلہ کی "علم نحو" میں بھی آتی ہیں اس لئے کہ علم نحو میں اعرابی بحثوں کے علاوہ جو مباحث و فوائد آتے ہیں وہ اسی قبیل کے ہیں۔

سوالات

(۱) مسند کے لیے تعریف کے فوائد بتایئے (۲) تنکیر کے فوائد کیا ہوتے ہیں ؟ (۳) افراد کب ہوتا ہے اور کیوں ؟ (۴) خبر جملہ کب ہوتی ہے اور کیوں ؟ (۵) فعل کے کیا فوائد ہیں (۶) اسم کے کتنے فوائد ہیں اور کیا کیا ؟ (۷) کیا مذکورہ تفصیلات میں ہی فوائد و اصول کا انحصار ہے ؟

(۸) کیا کبھی ان فوائد میں تخلف بھی ہوتا ہے . ؟

اِنشاء

۱۔ تعریف: انشاء وہ کلام ہے جو صدق و کذب کا محتمل نہ ہو اور جس کے قائل کو صادق یا کاذب نہ کہا جا سکے۔

۲۔ اقسام: دو ہیں (الف) غیر طلبی (ب) طلبی

(الف) انشاء غیر طلبی

۱۔ تعریف: وہ کلام انشائی جو کسی امر کا تقاضا طلب نہ کرے

۲۔ اقسام: اس کی چھ اقسام ہیں: تعجب، مدح، ذم، قسم، افعالِ رجاء، عقود۔

افعالِ رجاء سے مراد وہ افعال ہیں جو کہ توقع و امید کے معنی دیتے ہیں، اور عقود وہ کلمات ہیں جو خرید و فروخت وغیرہ کا معاملہ کرنے والوں کے درمیان معاملہ کو مکمل کرنے کی غرض سے استعمال ہوتے ہیں۔

۳۔ تنبیہ: چونکہ مذکورہ انواع و اصول کا علم معانی کی ابحاث سے کوئی خاص تعلق نہیں ہے اس لئے ان سے متعلق مباحث بلاغت کی کتابوں میں ذکر نہیں کئے جاتے

(ب) انشاء طلبی

۱۔ تعریف: وہ کلام انشائی ہے جس کے ذریعہ کسی ایسے امر کو طلب کیا جائے جو بوقت طلب موجود و حاصل نہ ہو۔

۲۔ اقسام: انشاء طلبی کی پانچ اقسام ہیں: امر[۱]، نہی[۲]، استفہام[۳]، تمنی[۴] اور ترجی[۵]۔

(الف) امر

۱۔ تعریف: استعلاء و برتری کی بنیاد پر مخاطب سے کسی کام کے کرنے کا مطالبہ کرنا

۲۔ توضیح: امر کا حاصل یہ ہے کہ ایک آدمی دوسرے سے کسی کام کا مطالبہ اس طور پر کرے کہ اس مطالبہ میں بڑائی و برتری کا دخل ہو، خواہ یہ برتری واقعی اور حقیقی ہو یا یہ کہ کہنے والا خود اس کا احساس و خیال رکھتا ہو، اور واقعی و حقیقی ہونے میں خواہ عمر کی بناء پر ہو یا مرتبہ و کمال کی وجہ سے ہو۔

۳۔ صیغ: امر کے صیغے یعنی وہ کلمات جن سے اس مراد کو ظاہر کیا جاتا ہے چار ہیں: (۱) امر حاضر (۲) امر غائب (۳) اسم فعل جو کہ امر کے معنی میں ہو (۴) مصدر جو کہ فعل امر کا نائب ہو جیسے سعیًا فی الخیر بمعنی اسع فی الخیر اور قرآن مجید میں ہے فَضَرْبَ الرِّقَابِ ای ناضربوا رقابھم۔

۴۔ امر کے دیگر معانی: کبھی امر اپنے اصل مفہوم کے علاوہ بطور مجاز دوسرے معانی بھی ادا کرتا ہے۔ یہ معانی سیاق کلام اور خارجی قرائن پر موقوف ہوتے ہیں اور وہ حسب ذیل ہیں۔

(الف) دُعاء و عرض: جبکہ کوئی چھوٹا اپنے بڑے سے مخاطب ہو کر کسی کام کا سوال کرے۔

(ب) التماس: جبکہ ایک ہم پلہ و ہم عمر دوسرے ہم پلہ و ہم عمر سے کسی

کام کے کرنے کا سوال کرے۔

(ج) ارشاد : جبکہ حکم دینے ومطالبہ کی بنیاد محض مخاطب کے دنیوی و ذاتی مصالح ہوں، دینی مصالح سے ان کا کوئی خاص تعلق نہ ہو۔

(د) جیسے : یاایھا الذین اٰمنوا اذا تداینتم بدین الی اجل مسمّی فاکتبوہ (اے ایمان والو جب معاملہ کرنے لگو ادھار کا ایک میعاد معین تک تو اس کو لکھ لیا کرو)

اس میں لکھنے کا حکم محض ہمارے دنیوی منافع کے لئے ہے اس لئے "ارشاد" ہے۔

(ہ) تمنّا : امر کا استعمال محض اظہار تمنا کے لئے ہو جیسے ؎

الا یا ایھا اللیل الطویل الا انجلی
سُن اے لمبی رات اب تو ختم ہو جا

بصبح وما الاصباح منک بامثل
صبح کے ذریعہ اور صبح بھی تو تجھ سے بہتر نہیں ہے

اس میں "انجلی" فعل امر ہے مگر اس سے امر کی حقیقت مقصود نہیں ہے اسلئے کہ مخاطب "لیل" ہے اور اس کو مکلف نہیں بنایا جا سکتا، بلکہ یہاں محض تمنا کا اظہار پیش نظر ہے۔

(و) تخییر : دو امور کے درمیان اختیار کا بیان جیسے ؎

فمن شاء فلیبخل ومن شاء فلیجُد
(سخاوت کرنا)

کفانی نداکم عن جمیع المطالب
(سخاوت)

اس شعر میں امر کے صیغے صرف اختیار کو بتا رہے ہیں تکلیف وطلب کو نہیں

(ز) تسویہ ، دو امور کے درمیان برابری کا بیان ، جیسے ؎

عش عزیزاً اومت وانت کریم

بین طعن القنا وخفق البنود

(نیزوں کی مار) (جھنڈوں کی حرکت)

اس میں دونوں امر "عِش ومُت" اپنے اپنے مفاہیم کے درمیان مساوات پر دلالت کر رہے ہیں۔

(ح) تعجیز: مخاطب کے عجز کو ظاہر کرنا جیسے ؎

اروني بخيلاً طال عمره ببخله

(دکھاؤ)

وهاتوا كريماً مات من كثرة البذل

(لاؤ) (خرچ)

اس شعر میں مخاطب سے جو مطالبہ ہے وہ محض یہ بتانے کے لئے ہے کہ مخاطب اس سے عاجز ہے۔

(ط) تہدید: یعنی ڈرانا دھمکانا جیسے ؎

اذا لم تخش عاقبة الليالى

ولم تستحى فاصنع ما تشاء

اس میں امر "فاصنع" محض دھمکی کے طور پر ہے۔

(ی) اباحت: جیسے فرمان باری تعالیٰ کُلُوا وَاشْرَبُوا

(ك) استبشار: یعنی خوشخبری سُنانا جیسے فاستبشروا ببيعكم

(خوش ہو جاؤ اپنی بیع پر)

(ل) ایذاء: یعنی مخاطب کو تکلیف پہونچانا اور اس کے رنج والم کو بڑھانا، جیسے قیامت کے موقع پر جہنمیوں سے کہا جانے والا جملہ:
فَذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُونَ ۔

سوالات

(۱) انشاء کی تعریف واقسام بتایئے (۲) انشاءِ غیر طلبی کی تعریف واقسام بیان کیجئے (۳) انشاءِ طلبی کی تعریف کیا ہے اور اس کی کتنی انواع ہیں؟ (۴) امر کی تعریف کیجئے اور اس کے صیغے بتایئے (۵) امر کے مجازی معانی کتنے آتے ہیں اور کیا کیا؟ (۶) ارشاد اور التماس کا کیا مطلب ہے؟ (۷) درج ذیل امثلہ میں امر کے صیغوں کی نشان دہی کیجئے:۔

۱ علیکم انفسکم

۲ بالوالدین احسانا

۳ فصبراً فی مجال الموت صبراً — فما نیل الخلود بمستطاع
(میدان وموقع) — حصول. دوام — قدرت میں

(۸) درج ذیل امثلہ میں امر کے مجازی معانی کی نشاندہی کیجئے:۔

۱ كذا فليسر من طلب الاعادى — ومثل سراك فليكن الطلاب
(چلنا) (دشمنوں) (چلنا) (طلب)

۲ ازل حسد الحساد عنی بکبتهم — فانت الذی صیرتهم لی حسدا
(رسوا کرنا) (بنانا) (حسد کرنے والا)

۳ قفانبك من ذكرى حبيب ومنزل
(رکو) (رونا) (یاد)

٤ ارینی جواداً مات هزلاً

٥ نعش واحداً اوصل اخاك

٦ تمتعوا فان مصیرکم الی النار

٧ اصبروا اولا تصبروا

٨ اعملوا ما شئتم

٩ افعلوا کل شیٔ الا النکاح

١٠ ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموات والارض فانفذوا

نہی

۱۔ **تعریف** : استعلاء و برتری کی بنیاد پر مخاطب سے کسی کام کے نہ کرنے کا مطالبہ کرنا۔

۲۔ **صیغہ** : نہی کا صرف ایک استعمال ہوتا ہے یعنی فعل مضارع جو کہ "لا نہی" کے ساتھ ہو۔

۳۔ **دیگر معانی**: "امر" کی طرح "نہی" بھی قرائن کی بنا پر اپنے اصلی معنی کے بجائے دوسرے معانی پر دلالت کرتا ہے جو درج ذیل ہیں :۔

(الف) **دُعا** : جبکہ چھوٹا بڑے سے مخاطب ہو جیسے ربنا لا تؤاخذنا

(ب) **التماس** : جبکہ خطاب برابر والے سے ہو۔

(ج) **تمنّا**: جیسے ؎ یا لیلُ طُل (لمبا ہونا) یا نوم زُل (دور ہونا)
یا صبح قِف (ٹھہرنا) لا تطلع

اس میں "نھی" کا صیغہ "لا تطلع" محض تمنّا کے لئے ہے اس لئے کہ مخاطب غیر مکلّف ہے۔

(د) **تہدید** : دھمکی جیسے خادم سے ناراض ہو کر کہنا: لا تُطع امری (میرا کہنا مت ماننا)

(ہ) **توبیخ** : مخاطب کو سرزنش اور لعنت و ملامت کرنا جیسے ؎

لا تنہ عن خُلُقٍ (روکنا) و تأتِیَ مثلہ عارٌ (عادت) علیك اذا فعلتَ عظیم

اس میں "لاتنہ" نہی کا صیغہ ملامت کے لئے لایا گیا ہے۔

(و) تیئیس : مخاطب کو کسی چیز سے مایوس کرنا جیسے ؎

لاتعرِضنّ لجعْفرٍ مُتشبّھاً
جعفر کے سامنے ہرگز مت آؤ اس کے مشابہ بن کر

بِندی یدَیْہِ فلستَ مِن اندادہٖ
سخاوت میں، اسلئے کہ تم اس کے ہم پلہ لوگوں میں سے نہیں ہو

اس میں "نہی" کے ذریعہ مخاطب کو جعفر کی برابری سے مایوس کرنا مقصود ہے

(ز) تحقیر : جیسے ؎

لاتشترِ العبدَ الاوالعصامعہ

ان العبیدَ لانجاسٌ مناکید
(گندے) (کم نفع بخش)

(ح) ارشاد : جیسے ؎

لاتجلس الی اھل الدنایا
(ساتھ گھٹیا صفات والوں کے)

فان خلائق السفھاء تُعدِی
(عادات) (متعدی ہوتی ہیں)

سوالات

(۱) نہی کی تعریف و صیغہ بتائیے۔ (۲) نہی کے مجازی معانی کتنے ہیں اور کیا کیا؟

(۳) امثلۂ ذیل میں ان مجازی معانی کی نشاندہی کیجیے :۔

۱۔ لا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحها

۲۔ لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم

۳۔ لا تحلفن علی صدق ولا کذب فما یفیدك الا المأثم الحلف
(گناہ) (قسم کھانا)

۴۔ لا تخل من عیش یکر سروره ابداً ونوروز علیك معاد
(خیال کرنا) زندگی کو کرلوٹیں گی اسکی خوشیاں

۵۔ لا تطلبوا الحاجات فی غیر حینها ولا تطلبوها من غیر اهلها

۶۔ لا تطلبوا المجد ان المجد سُلّمه صعبٌ وعش مستریحًا ناعم البال
(عزت) (سیڑھی) (دشوار گذار) (آرام سے خوش حالی میں)

اِستفہام

۱۔ **تعریف:** کسی نامعلوم شئے یا حالت کے متعلق واقفیت حاصل کرنا۔

۲۔ **الفاظ استفہام:** بہت سے ہیں، جو کہ حسب موقع فعل یا اسم یا حرف تینوں ہی ہوتے ہیں، لیکن "ادوات وکلمات استفہام" کے عنوان سے اس معنی کا فائدہ دینے والے اسماء وحروف کو ہی ذکر کیا جاتا ہے، ان میں سے ہر ایک کی اپنی اپنی معنوی خصوصیات ہیں مگر "استفہام" کا مفہوم سب میں قدر مشترک ہے، یہ تعداد میں کل گیارہ ہیں:۔۔۔۔۔ ھُمزہ۔ ھَل۔ مَن۔ مَا۔ مَتی۔ ایّانَ۔ اینَ۔ کیفَ۔ أنّیٰ۔ کَم۔ آیٌّ۔

(الف) **ھمزہ:** دو معانی کے لئے آتا ہے: (۱) تصوّر (۲) تصدیق

۱۔ **تصوّر:** کا مطلب ہے مفردات کا علم، یعنی افراد واشیاء کا الگ الگ، ایسا اس وقت ہوتا ہے جبکہ سائل کو نفس واقعہ کا علم ہو اور یہ بھی معلوم ہو کہ اس واقعہ کا تعلق فلاں فلاں اشخاص یا اشیاء میں سے کسی ایک سے ہے لیکن وہ کون ہے اُس کو اِس کا علم نہیں ہوتا، تو وہ "ہمزہ" کو استعمال کر کے اس کے تعین کا طالب ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کا جواب تعیین کے ساتھ دیا جاتا ہے مثلاً کسی نے کہا: أعلیٌّ سافر أم خالدٌ۔؟ سائل کو یہ علم ہے کہ علی یا خالد میں سے کسی ایک نے سفر کیا ہے؟ لیکن بالتعیین مسافر کون ہے اس کو علم نہیں تو وہ سوال کر کے تعیین

چاہتا ہے، اس لئے جواب میں جو مسافر ہو اس کا نام لیا جائے گا "علیٌ" کہا جائے گا یا پھر "خالدٌ" ایسے ہی اکتاباً اشتریت ام قلماً؟ سائل کو مخاطب کی خریداری کا علم ہے مگر کیا خریدا ہے تعیین کے لئے سوال کیا ہے۔

تنبیہات: (الف) اس صورت میں مسئول عنہ یعنی جس شخص و امر کے متعلق سوال مقصود ہوتا ہے اس کا تذکرہ ہمزہ کے بعد متصلاً ہوتا ہے جیسے مثال مذکور میں ہمزہ کے بعد علی و خالد کا تذکرہ ہے اس لئے مسئول عنہ یہی دونوں ہیں۔

(ب) اکثر مسئول عنہ کے ساتھ کسی مُعادِل (ہمسر و مقابل) کا ذکر کیا جاتا ہے اور اس کے ذکر سے پہلے "اَم" لایا جاتا ہے اور اس موقع پر "اَم" کو "مُتّصِلہ" کہا جاتا ہے، جیسے کہ مثال مذکورہ میں "علی" کا تذکرہ "ہمزہ" کے بعد ہے پھر "ام" کے بعد "خالد" کا ذکر ہے جو کہ "علی" کا معادل و مقابل ہے اور کبھی معادل کا تذکرہ نہیں کیا جاتا، جیسے أمسافرٌ انت؟

(ج) مفرد جس کے متعلق ہمزہ کے ذریعہ سوال ہوتا ہے نحوی اعتبار سے اس کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں: — (۱) مسند الیہ ہو جیسے مثال مذکور میں (۲) مسند ہو جیسے: "اراغب انت عن ذٰلك ام راغب فیہ" (اعراض کرنے والے ہو) اس میں "راغب" مسند ہے۔ (۳) مفعول بہ ہو جیسے أإیّای تقصد ام خالداً (۴) حال ہو، جیسے: اراکباً جئت ام ماشیاً (۵) ظرف ہو، جیسے: الیوم الخمیس قدمت ام یوم الجمعۃ اس کے علاوہ

دوسری صورتیں بھی نکلتی ہیں۔

۲. تصدیق: یعنی نسبت کا علم جس کا مطلب ہے کسی فعل یا شبہ فعل کے فاعل یا یوں کہئے کہ مسند و مسند الیہ کے تعلق کا علم، ایسا اس وقت ہوتا ہے جبکہ نفس واقعہ کے متعلق سوال کیا جائے جیسے اسافر علیٌّ؟ سائل علی کے متعلق نفس واقعہ کا علم حاصل کرنا چاہتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اس سوال کا جواب لفظ "نعم" یا لفظ "لا" سے دیا جاتا ہے۔

تنبیہ: "ہمزہ" جو کہ تصدیق کے لئے ہوتا ہے اس کے ساتھ معادل و مقابل کا تذکرہ نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ اسکے بعد وہ "ام" نہیں لایا جاتا جس کو "متصلہ" کہتے ہیں اور جو آتا ہے وہ "منقطعہ" کہلاتا ہے جو کہ لفظ "بل" کے معنی دیتا ہے اور ماقبل کے مضمون سے اعراض کو بتاتا ہے۔ جیسے: اسافر علی ام ذهب الی شغله وعمله"

(ب) هل: محض تصدیق کے لئے آتا ہے، جیسے هل جاء صدیقك؟ اس کے احکام ہمزہ تصدیق کے جیسے ہیں، اور اس کی دو اقسام ہیں:

۱. بسیطہ ۲. مرکبہ

۱. ہل بسیطہ: جس کے ذریعہ کسی شے کے وجود یا عدم کے متعلق سوال کیا جائے جیسے هل الانسان الكامل موجود؟ هل العنقاء موجودة؟

۲. ہل مرکبہ: جس کے ذریعہ کسی شے کے کسی وصف کے ساتھ متصف ہونے یا نہ ہونے کی بابت سوال کیا جائے جیسے هل تبيض

العنقاء وتفرخ ؟ هل النبات حساس ؟

(جؔ) **من** : کے ذریعہ سائل عقلاء کی تعیین چاہتا ہے۔ یعنی سائل کو نفس واقعہ کا علم ہوتا ہے اور اس کا بھی کہ اس کا تعلق عقلاء سے ہے لیکن وہ کون ہے اس کا علم نہیں ہوتا، " من " کے ذریعہ وہ اس کی تعیین کا طالب ہوتا ہے جیسے من فتح مصر؟ کہنے والا فتح مصر کے واقعہ کا اور اس کا علم رکھتا ہے کہ صاحب واقعہ اہل عقل ہے لیکن ذات سے ناواقف ہوتا ہے۔

(دؔ) **ما** : کے ذریعہ تین چیزوں کی بابت سوال کیا جاتا ہے :۔

(۱) کسی لفظ کی شرح و معنی کا، جیسے ما المسجد ؟ اور ما اللیث ؟

(۲) کسی مسمّی کی حقیقت کا، جیسے ما الانسان ؟

(۳) مسئول عنہ کے حال کا، جیسے ما انت ؟

اور کبھی من کی طرح اس سے بھی صاحب واقعہ کی تعیین مقصود ہوتی ہے مگر جبکہ واقعہ کا تعلق غیر ذوی العقول سے ہو، جیسے ما اشتریت ؟

(ہؔ) **متی** : کسی واقعہ کے زمانے کی تعیین کے لیے آتا ہے خواہ ماضی ہو یا مستقبل جیسے متی تولی الخلافۃ عمر؟ متی یعود المسافرون؟

(وؔ) **ایّان** : بھی زمانہ کی تعیین کے لئے آتا ہے مگر مستقبل کے ساتھ خاص ہے نیز یہ کہ خوف کے موقع پر اس کا استعمال ہوتا ہے جیسے

یسأل ایّان یوم القیامة ؟

(ز) این : مکان کی تعیین کے لئے آتا ہے، جیسے : این تذھب ؟

(ح) کیف : حال کی تعیین کے لئے آتا ہے، جیسے : کیف انت ؟

(ط) انّیٰ : تین معانی کے لئے آتا ہے : ۱۔ کیف کے معنی میں، جیسے انّیٰ یحیی ھذہ اللہ بعد موتھا ۲۔ من این کے معنی میں، جیسے انّیٰ لک ھذا ۳۔ متی کے معنی میں جیسے انّیٰ تکون زیارة النیل ؟

(ی) کم : عدد کی تعیین کے لئے آتا ہے، جیسے کم لبثتم ؟ کم عبداً اشتریت ؟

(ک) ایّ : امر مبہم کی تعیین کے لئے آتا ہے، خواہ وہ از قبیل زمان و مکان ہو یا از قبیل حال و عدد اور خواہ عاقل ہو یا غیر عاقل، وہ امر مبہم کس قبیل کا ہے اس کی تعیین اس کے مضاف الیہ پر موقوف ہے مضاف الیہ جس قبیل کا ہوگا "ای" کا مدلول بھی اسی قبیل کا ہوگا۔

تنبیہ (۲) ہمزہ و ھل کے علاوہ باقی کلمات محض "تصوّر" کے لئے آتے ہیں اس لئے ان سب کے جواب میں مسئول عنہ کی تعیین کی جاتی ہے۔

(۳) کلمات استفہام کے دیگر معانی : کبھی کبھی قرائن کی بنا پر کلماتِ استفہام، استفہام کے اصل مفہوم کے علاوہ دیگر معانی بھی دیا کرتے ہیں، جو درج ذیل ہیں :

(الف) نفی، جیسے ھل الدھر الا غمرة (نہیں ہے زمانہ مگر ایک سیلاب)

(ب) انکار، جیسے : اغیر اللہ تدعون۔ اس میں غیر اللہ کی عبادت

پر انکار مقصود ہے۔

(جؔ) **تقریر**: جیسے الستُ اعتمھم جودًا ؟ (کیا نہیں ہوں میں ان میں سب سے زیادہ سخاوت والا) **اس میں استفہام تقریر یعنی مخاطب سے مذکورہ مضمون کا اقرار کرانے کے لئے ہے۔**

(دؔ) **توبیخ**: کسی امر پر سرزنش و عتاب جیسے الی ما الخلف بینکم (خلاف ورزی) الی ما۔؟

(ہؔ) **تعظیم**: جیسے ؎ من للمحافل والجحافل والسُّری (فوجیں) (رات کی پیش قدمی)

نفقدت بفقدك نیّر الا یطلع (کھو دیا قوم نے) (ستارہ)

(وؔ) **تحقیر**: جیسے من ایة الطرق یأتی مثلك الکرم

(زؔ) **استبطاء**: کسی کام میں تاخیر محسوس کرنا، جیسے:۔۔۔

حتّام نساری النجم (کب تک) (ساتھ میں چلنا)

(حؔ) **تعجب**: جیسے ؎ اَبنتُ الدھر عندی کلّ بنت (گردش زمانہ) (تمام مصائب)

فکیف وصلت انت من الزّحام

(طؔ) **تسویہ**: دو امروں میں برابری کا بیان، جیسے: سَوَآءٌ عَلَیۡھِمۡ ءَاَنۡذَرۡتَھُمۡ اَمۡ لَمۡ تُنۡذِرۡھُمۡ (ڈرانا)

(یؔ) **تشویق**: (شوق دلانا)، جیسے: ھل اَدُلّکم علیٰ تجارةٍ (پتہ بتانا) تنجیکم من عذابٍ الیم

(لؔ) **نھی**: جیسے: اتخشونھم فاللہ احق ان تخشوہ

(ل۲) تمنّا، جیسے هل لنا من شفعاء فیشفعوا لنا

سوالات

(۱) استفہام کا کیا مطلب ہے؟ (۲) کلمات استفہام کتنے ہیں اور کیا کیا؟ (۳) ہمزہ کتنے معانی کے لئے آتا ہے اور تصور و تصدیق کا کیا مطلب ہے؟ (۴) ام کس کس ہمزہ کے بعد آتا ہے اور کیا کہلاتا ہے؟ متصلہ و منقطعہ میں کیا فرق ہے؟ (۵) هل کی کتنی اقسام ہیں اور کیا کیا؟ بسیطہ و مرکبہ میں کیا فرق ہے؟ (۶) ما کتنے معانی کے لئے آتا ہے؟ (۷) متی اور ایان کے درمیان کیا فرق ہے؟ (۸) انّی کے معانی بتایئے (۹) استفہام کے دیگر معانی کیا ہوتے ہیں؟ (۱۰) امثلۂ ذیل میں ان معانی کی تعیین کیجئے :۔۔۔۔۔۔

۱۔ سواء علینا اوعظت ام لم تکن من الواعظین

۲۔ الم نربّك فینا ولیدًا ۳۔ من ذا الذی یشفع عنده الا باذنه

۴۔ ما غرّك بربك

(۱۱) امثلۂ ذیل میں ہمزہ و هل و ما کے معانی کی نشاندہی کیجئے :۔

۱۔ افی الخریف یکثر البنفسج ام فی الشتاء

۲۔ ارأیت الحریق؟ ۳۔ هل رأیت القطار

۴۔ أنت الذی انقذت الغریق ام مجیب؟ ۵۔ ما الکری؟

۶۔ ما کتبت ۷۔ هل القائم زید.

انشاء کی بقیہ اقسام

تمنّی ۔ ترجّی ۔ نداء

(الف) تمنّی

۱۔ **تعریف**: کسی ایسے امر محبوب کا طلب کرنا جس کے حصول کی امید نہ ہو ۱؎ خواہ اس وجہ سے کہ وہ محال ہو جیسے لیت الشباب یعود ۲؎ خواہ اس وجہ سے کہ ممکن ہونے کے باوجود کسی وجہ سے امید نہ کی جاسکتی ہو۔ موجودہ حال کے پیش نظر بعید الوقوع ہو، جیسے کوئی تنگدست کہے:۔ لیت لی الف دینار؟

۲۔ **الفاظ**: تمنّا کے الفاظ چار ہیں، (الف) لیتَ اس کی وضع ہی اسی معنی کے لئے ہوئی ہے (ب) ھل، (ج) لوْ (د) لعلّ۔ یہ تینوں اصلاً دوسرے معانی کے لئے ہیں مگر مجازاً اس معنی میں استعمال ہوجاتا ہے۔

۳۔ **امثلہ**: (الف) لیت الشباب یعود؟ (ب) ھل لنا من شفعاء (ج) لو ان لنا کَرّۃً (ایک مرتبہ پھر پلٹنا)۔ (د) لعلّی الی مَن قد هویتُ (محبت کرنا) اطیر۔ (کاش)

۴۔ **تنبیہات**: (الف) ھل و لعل کو اس معنی میں اس لئے

استعمال کرتے ہیں کہ مطلوب کے اشتیاق کی وجہ سے اس کو ممکن اور قریب الحصول شئے کی صورت میں پیش کیا جائے اور لَو کو اس وجہ سے کہ مطلوب کی ندرت کو بتانا ہوتا ہے اسلئے کہ لو کے اصل معنی ایک چیز کے نہ ہونے کی وجہ سے دوسرے کے نہ ہونے کو بتاتا ہے۔

(ب) جب یہ کلمات تمنّا کے لئے آئیں اور ان کے جواب میں یعنی ان سے متصل اور ان پر مرتب ہو کر جملہ فعلیہ آئے جس میں فعل مضارع واقع ہو تو اسے نصب دیا جاتا ہے جیسے لیتك تأتینی فأكرمك ، ھل لنامن شفعاء فیشفعوالنا ، لوان لنا كرة فنكون من المومنین.

(ب) ترجّی

۱۔ تعریف: کسی ایسے پسندیدہ امر و شئے کی طلب جس کے حصول کی اُمید ہو

۲۔ الفاظ: اس مفہوم کو ادا کرنے کے لئے دو کلمات استعمال ہوتے ہیں (الف) عسی (ب) لعلّ

۳۔ امثلہ (الف) عسی اللہ ان یأتینی بھم جمیعًا

(ب) لعل اللہ یحدث بعد ذلك امرًا

۴۔ دیگر الفاظ: کبھی ترجی کے لئے لفظ "لیت" کو بھی مجازاً استعمال کر لیتے ہیں اور یہ استعمال از روئے بلاغت ہوتا ہے۔ اس بنیاد پر کہ "مرجو"[1] کو ایسی صورت میں پیش کیا جائے جس کا حصول

---

[1] مرجو: جس کی امید کی جاتی ہو۔ غیر مرجو: جس کی امید نہ ہو

"غیر مرجو" ہو محض اس باب میں مُبالغہ اور یہ بتانے کے لئے کہ وہ شی مشکل سے حاصل ہوتی ہے، تو گویا کہ اس کے حصول کی امید ہی نہیں کی جا سکتی۔

(ج) نداء

۱۔ تعریف: بعض مخصُوص کلمات کے ذریعہ اپنی طرف کسی شخص کی آمد کو طلب کرنا۔

۲۔ کلمات وامثلہ: نداء کے کلمات آٹھ ہیں: یا۔ ہمزہ۔ ای۔ آ، آی، ایا، ہیا۔ وا۔ ان میں سے 'ہمزہ اور ای' قریب کے شخص کو آواز دینے کے لئے اور باقی دُور والے کے لئے استعمال ہوتے ہیں جیسے آزیدُ کہیں گے جبکہ زید قریب ہو اور جب دُور ہو تو یا زید کہیں گے۔

کبھی ان کو ایک دوسرے کی جگہ بھی استعمال کر لیتے ہیں۔ بعید کے لئے قریب کے کلمات کو دل سے قُرب کی بنا پر، اور قریب کے لئے دُور کے کلمات کو اغراض ذیل کی بنا پر:۔

(الف) علو مرتبہ کی طرف اشارہ، جیسے غلام کا آقا کے سامنے کھڑے ہو کر کہنا: "ایا مولای" (ب) نقص مرتبہ کی طرف اشارہ، جیسے ساتھ میں موجود شخص سے "ایا ہذا" کہنا۔ (ج) مخاطب کی غفلتِ ذہنی کی طرف اشارہ کرنا یا غافل کو مخاطب کرنا۔

۳۔ دیگر معانی: کبھی کلماتِ نداء بھی قرائن کی بنا پر اپنے اصلی معانی

کے بجائے دوسرے معانی کو بتاتے ہیں اوران کے لئے استعمال ہوتے ہیں مثلاً:

(الف) زجر: یعنی تنبیہ جیسے یا قلب ویحك

(ب) تحسّر: یعنی حسرت وتکلیف کا اظہار، جیسے: ایا قبر معنٍ کیف واریت جُودَہٗ۔
(چھپانا) (سخاوت)

(ج) اِغراء: یعنی کسی کام پر تحریص واُبھارنا، جیسے ایا مظلوم قُلْ

سوالات

(۱) تمنی کی تعریف کیجئے (۲) تمنی کے کلمات کیا ہیں؟ ان میں اصل اور غیر اصل کون ہیں؟ (۳) کلمات تمنی کے جواب میں آنے والے فعل مضارع کا کیا حکم ہے؟ (۴) ترجی کی تعریف وکلمات کیا ہیں؟ (۵) نداء کے الفاظ کتنے ہیں اور کیا کیا اور ان کے استعمال میں کیا تفصیل ہے؟ (۶) کلمات نداء کے دیگر معانی کیا ہوتے ہیں؟ (۷) امثلہ ذیل میں کلمات نداء کے مجازی معانی کی تعیین کیجئے۔

۱۔ أعداءُ ما للعيش بعدكِ لذة ولا لخليل بهجة بخليل
(اے اعداء)

۲۔ دعوتك يا بُنى فلم تجبنى فرُدّت دعوتى يأسًا عليّا

فصل دوم

قصر

۱۔ تعریف: ایک شے کا دوسری شے کے ساتھ کسی مخصوص انداز میں خاص کرنا

۲۔ ارکان: قصر کے دو ہیں: (الف) مقصور (ب) مقصور علیہ

(الف) مقصور، جس کو خاص کیا جائے۔

(ب) مقصور علیہ: جس کے ساتھ خاص کیا جائے۔

۳۔ طرق قصر: قصر کے چار طریقے ہیں، ان میں سے کسی ایک کے ذریعہ قصر کیا جاتا ہے۔

(الف) نفی اور استثناء، یعنی نفی لاکر استثناء کرنا، اس صورت میں "مقصور علیہ" مستثنیٰ ہوا کرتا ہے جیسے "ان ھذا الا ملك کریم" اس میں "ملك کریم" مقصور علیہ ہے۔

(ب) لفظ "انما" کا استعمال، اس صورت میں بھی مقصور پہلے اور مقصور علیہ بعد میں ہوتا ہے جیسے انما الفاھم علیٌ، اس میں "علی" مقصور علیہ ہے۔

(ج) لا یا بل یا لکن میں سے کسی کے ذریعہ عطف کرنا، اس صورت میں اگر لا کا استعمال ہو تو مقصور علیہ لا کا ماقبل ہوتا ہے اور وہ

معنیً لا کے بعد کا مقابل ہوتا ہے جیسے "انا ناثر لا ناظم" اس میں مقصور علیہ لا کا ماقبل ناثر ہے جو کہ "ناظم" کا مقابل ہے۔ اور باقی دو میں مقصور علیہ بعد میں ہوتا ہے، جیسے ما انا حاسبٌ بل کاتبٌ اور ما الارض ثابتة لکن متحرّکة۔

(د) مؤخر کو مقدم کر دینا، اس صورت میں مقصور علیہ مقدم ہوتا ہے جیسے: ایاك نعبد کہ اصل میں اس کو "نعبدك" ہونا چاہیئے۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ نفی انما اور تقدیم کے ساتھ جمع ہو جاتی ہے جیسے انما انا تمیمی لا قیسیّ۔

۴۔ تقسیمات: قصر میں دو تقسیمات جاری ہوتی ہیں:۔

اوّل باعتبار حقیقت و واقع، دوم باعتبار ارکانِ قصر

(الف) تقسیم اوّل باعتبار حقیقت و واقع

قصر کی اس کی حقیقت کے اعتبار سے دو اقسام ہیں:

۱۔ قصر حقیقی ۲۔ قصر اضافی

۱۔ قصر حقیقی: (الف) **تعریف:** مقصور کا مقصور علیہ کے ساتھ باعتبار حقیقت و واقع خاص ہونا۔

(ب) **مثال:** لا کاتب فی البلد الا علیٌ جبکہ شہر میں "علی" کے علاوہ کوئی دوسرا کاتب نہ ہو، اس صورت میں مقصور، مقصور علیہ کے اندر ہی منحصر ہوتا ہے۔

۲۔ قصر اضافی: (الف) **تعریف:** مقصور کا مقصور علیہ کے ساتھ

بایں معنی خاص ہونا کہ مقصور علیہ، مقصور کی ضد سے خالی ہو۔

(ب) **مثال**: ماعلیٌ الاقائم اس صورت میں مقصور کا مقصور علیہ میں منحصر ہونا ضروری نہیں ہے، غیر میں بھی پایا جاسکتا ہے۔ البتہ مقصور علیہ میں اس کی ضد نہیں پائی جاتی، ہاں دوسری صفات پائی جاسکتی ہیں مثلاً یہاں "مقصور" قیام یعنی کھڑا ہونا ہے لہٰذا قصر سے اس کی ضد "قعود" (بیٹھنے) کی نفی مقصود ہے نہ کہ دوسرے اوصاف کی۔

(ج) **اقسام**: قصر اضافی کی مخاطب کے حالات کے اعتبار سے تین اقسام ہیں۔

اگر[۱] مخاطب مقصور میں شرکت کا اعتقاد رکھتا ہے، تو اس کو "قصر افراد" کہتے ہیں، اور اگر[۲] متکلم کے اعتقاد کے برعکس اعتقاد رکھے تو یہ "قصر قلب" ہے، اور اگر[۳] مخاطب کو تردد ہو کہ مقصور علیہ کون ہے تو قصر، "قصر تعیین" کہلائے گا۔

جیسے "الشجاع علیٌ لاحسنٌ" یہ تینوں کی مثال بن سکتی ہے

اگر[۱] مخاطب یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ حسن بھی شجاع ہے تو یہ مثال "قصر افراد" کی ہوگی، اور اگر[۲] متکلم تو علی کو شجاع سمجھتا ہے اور مخاطب حسن کو تو یہ مثال "قصر قلب" کی ہوگی۔ اور اگر[۳] مخاطب کو تعیین کا علم نہ ہو تو یہ "قصر تعیین" کی مثال بنے گی۔

(ب) تقسیم دوم بہ اعتبار ارکان قصر

قصر کے ارکان کے اعتبار سے بھی قصر کی دو اقسام ہیں:۔

۱. قصر صفت بر موصوف ۲. قصر موصوف بر صفت

۱. قصر صفت بر موصوف : صفت کو موصوف کے ساتھ خاص کرنا.
جیسے "لا کاتب الاعلی" اور "الشجاع علی لاحسن"

۲. قصر موصوف بر صفت : موصوف کو کسی صفت کے ساتھ خاص کرنا، جیسے ما علی الاقائم اور ما محمد الارسول.

۳. تنبیہ : قصر کی اس تقسیم کا اجراء تقسیم اوّل کی دونوں اقسام کے تحت ہوتا ہے چنانچہ قصر صفت کی مثال اول قصر حقیقی کی اور دوسری قصر اضافی کی ہے اور قصر موصوف کی پہلی مثال قصر اضافی کی ہے اور دوسری قصر حقیقی کی ہے۔

البتہ یہ تفصیل ہے کہ "قصر صفت بر موصوف" قصر حقیقی میں زیادہ ہوتا ہے اور قصر اضافی میں بہت کم ہوتا ہے، اور قصر اضافی میں دونوں بکثرت پائے جاتے ہیں۔

سوالات

(۱) قصر کی تعریف و ارکان بتائیے۔ (۲) قصر کے کتنے طریقے ہیں؟ (۳) قصر میں کتنی تقسیمات جاری ہوتی ہیں اور کیا کیا؟ (۴) قصر حقیقی کی تعریف و مثال پیش کیجئے۔ (۵) قصر اضافی کی تعریف و مثال بیان کیجئے۔ (۶) قصر اضافی کی اقسام مع امثلہ ذکر کیجئے۔ (۷) باعتبار ارکان قصر کی کتنی اقسام ہیں۔ (۸) کیا تقسیم ثانی کا اجراء اول میں ہو سکتا ہے؟ (۹) قصر موصوف اور قصر صفت میں کیا فرق ہے؟ (۱۰) امثلہ ذیل

میں قصر کی جملہ اقسام وطرق کی نشان دہی کیجئے :

نمبر۱ انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء　　نمبر۲ انما انت مذکر

نمبر۳ انما الھکم الہ واحد　　نمبر۴ انما حسن شجاع

نمبر۵ لا الہ الا اللہ　　نمبر۶ لا عاصم الیوم من امر اللہ الا من رحم

نمبر۷ ان ھذا الا سحرٌ یؤثر　　نمبر۸ انما یدافع عن احسابکم علی

نمبر۹ انما علی مدافع عن احسابکم

نمبر۱۰ انما الحیٰوۃ الدنیا لھو ولعب.

فصل۳ سوم

وصل وفصل

انسان کی گفتگو میں حسب موقع کبھی ایک جملہ آتا ہے اور کبھی زائد جملے ہوتے ہیں، اور وہ کبھی ایک دوسرے سے الگ ہوتے ہیں اور کبھی متصل، اوران میں سے ہر ایک کے مناسب الگ الگ مواقع ہوتے ہیں، ہر ایک اپنے اپنے موقع پر موزوں، ورنہ بے محل ہوتا ہے۔ جملوں کی علیحدگی اور باہم اتصال کو'وصل وفصل' سے تعبیر کرتے ہیں۔

۱۔ وصل

(الف) تعریف: ایک جملے کا دوسرے جملے پر عطف کرنا

(ب) کلمات: وصل کا حاصل عطف ہے اور کلمات عطف معروف ہے کہ متعدد ہیں مگر علم معانی کے تحت صرف "عطف بالواؤ" کا ذکر کیا جاتا ہے، اس لئے کہ "واؤ" مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے تو اس کے ساتھ عطف میں معانی کے سمجھنے میں اشتباہ پیدا ہوجاتا ہے۔

(ج) مواقع: وصل کے مواقع تین ہیں:

(۱) دونوں جملے خبر یا انشاء ہونے میں متحد ہوں کہ یا تو دونوں خبر ہوں یا دونوں انشاء ـــــ بشرطیکہ دونوں کے درمیان کوئی

معنوی مناسبت پائی جاتی ہو، نیز یہ کہ عطف سے کوئی چیز مانع بھی نہ ہو۔ مناسبت کا مطلب یہ ہے کہ دونوں کے مسند و مسند الیہ میں مماثلت یا تقابل وغیرہ جیسے امور پائے جائیں۔

جیسے ۱۔ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ ۔ یہ مثال دونوں جملوں کے خبر ہونے کی ہے۔ ۲۔ فَلْیَضْحَکُوْا قَلِیْلًا وَّلْیَبْکُوْا کَثِیْرًا۔ یہ دونوں جملوں کے انشا ہونے کی مثال ہے۔

(۲) دونوں جملے خبر و انشا ہونے میں مختلف ہوں لیکن وصل و عطف کے ترک سے خلاف مقصود کا وہم پیدا ہوا، مثلاً کوئی شخص سوال کرے ھل برئَ علیٌ تو اس کے جواب میں کہا جائے لا وشفاہ اللہ اب اس موقع پر اگر عطف کو ترک کر کے یوں کہا جائے لا، شفاہ اللہ تو اس سے سننے والے کو یہ وہم پیدا ہوگا کہ متکلم اسے بددعا دے رہا ہے حالانکہ متکلم اس کے لئے شفا کی دعا کر رہا ہے اس لئے ایسے موقع پر عطف و وصل کا استعمال ضروری ہے۔

(۳) دونوں جملوں کو حکم اعرابی کے اندر شریک کرنا مقصود ہو جیسے ؎

حُبُّ الْعَیْشِ اَعْبَدَ کلَّ حُرٍّ ۔۔۔۔ وعلّم ساغبًا اکلَ المرارِ
(غلام بنالیا) ۔۔۔۔ (خوشی خوشی کھانا کڑوی چیزوں کا)

اس شعر میں عطف کے ذریعہ "اعبد کل حر" کے اعراب میں دوسرے جملے کو بھی جو کہ دوسرا مصرع ہے، شامل کیا گیا ہے، اعراب یہاں رفع ہے اس لیے کہ دونوں جملے مل کر خبر ہیں۔

۲ فصل

(الف) تعریف: عطف کو ترک کرنا یعنی دو یا زائد جملوں کو باہم عطف کے بغیر کلام میں لانا۔

(ب) مواقع: فصل کے مواقع پانچ ہیں۔

(۱) دونوں جملوں کے درمیان اتحاد تام ہو جس کو "کمال اتصال" سے تعبیر کیا جاتا ہے، اور ان کا باہم ایسا تعلق ہو کہ عطف نہ ہو سکتا ہو، اس کے تحت تین صورتیں نکلتی ہیں:—

(الف) دوسرا جملہ پہلے جملے سے بدل ہو جیسے اَمَدَّکُم (مدد پہونچانا) بما تعلمون اَمَدَّکم بانعامٍ وبنین

(ب) دوسرا جملہ پہلے کا بیان ہو جیسے فوسوس الیہ الشیطان قال ھل اَدُلُّکُمْ الخ

(ج) دوسرا جملہ پہلے کے لئے تاکید ہو جیسے فَمَھِّلِ (مہلت دینا) الکَافِرِیْنَ اَمْھِلْھُمْ رُوَیْدًا

(۲) دونوں جملوں کے درمیان اختلاف تام ہو، جس کو "کمال انقطاع" کہتے ہیں اس کی دو صورتیں ہیں:—

(الف) دونوں خبر و انشاء ہونے میں مختلف ہوں، ایک خبر ہو ایک انشاء، جیسے ؎

لا تسْئَلِ المرءَ (انسان) عن خلائقہ (عادات) فی وجہہ شاھدٌ من الخبر

اس میں پہلا مصرع پُورا جملہ ہے جو کہ انشائیہ ہے اور دوسرا مصرع بھی جملہ ہے مگر وہ خبریہ ہے اس لئے دونوں میں کمال انقطاع ہے

(ب) دونوں کے درمیان کسی قسم کی مناسبت نہ ہو، جیسے علیؓ کاتب الحمام طائر

(۳) دوسرا جملہ، پہلے جملے سے پیدا ہونے والے وسمجھے جانے والے سوال کا جواب ہو اس حال کو "شبہ کمال اتصال" کہا کرتے ہیں اور اس کو "استیناف" بھی کہتے ہیں۔

جیسے ارشاد باری ما ابرئ نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء

اس میں دوسرا جملہ، پہلے جملہ سے پیدا ہونے والے سوال کا جواب ہے، اس لئے کہ پہلے میں جب کہا گیا کہ "میں اپنے نفس کو بے قصور نہیں قرار دیتا" تو سوال پیدا ہوا کیوں؟ اس کا جواب ہے "ان النفس لامارۃ بالسوء"

(۴) کلام کے اندر تین جملے ہوں جن میں سے تیسرے کا عطف پہلے دو میں سے ایک پر صحیح ہو اور دوسرے پر کرنے سے معنی میں فساد پیدا ہوتا ہو اس صورت میں عطف کو چھوڑ دیتے ہیں تاکہ یہ وہم نہ پیدا ہو کہ عطف اس جملے پر ہے جس پر عطف کی وجہ سے فساد پیدا ہوتا ہے، جیسے ؎

وتظن سلمی اننی أبغی بھا (چاہنا) بدلاً أراھا فی الضلال تھیم (بھٹکنا)

اس شعر میں تین جملے ہیں، تیسرے جملے کا عطف اگر پہلے پر کیا جائے تو درست ہے

مگر دوسرے پر نہیں درست ہے اس لئے کہ اس صورت میں تیسرا جملہ بھی "سلمی" کے مظنونات (گمان کردہ امور) میں شامل ہوگا، حالانکہ مقصود یہ نہیں ہے اس لئے عطف کو چھوڑ دیا گیا ہے۔

اس موقع کے متعلق کہا جاتا ہے کہ دونوں جملوں کے درمیان "شبہ کمال انقطاع" ہے۔

کسی مانع کی وجہ سے دونوں جملوں کو حکم میں شریک نہ کرنے کا قصد کیا جائے اس موقع کے لئے "توسط بین الکمالین" کا عنوان لایا جاتا ہے۔ جیسے :۔۔۔۔۔

واذا خلوا الی شیاطینھم۔ قالوا انّا معکم انما نحن مستھزئون
(تنہا ہوا ساتھ، اپنے سرداروں کے)
اللہ یستھزئ بھم۔

اس آیت میں آخری جملے کا عطف نہ تو "انا معکم" پر صحیح ہے اس لئے کہ وہ اہل نفاق کا مقولہ ہے اور نہ ہی "قالوا" پر اس لئے کہ اس کا مطلب یہ ہوگا، کہ یہ جملہ ماقبل کے ساتھ مقید ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

سوالات

(۱) وصل کی تعریف کیجئے اور اس کے کلمات بتایئے۔ (۲) وصل کے مواقع کیا ہیں۔

(۳) فصل کی تعریف اور اس کے مواقع بیان کیجئے۔ (۴) کمال اتصال اور شبہ کمال اتصال کا کیا مطلب ہے؟ (۵) کمال انقطاع اور شبہ کمال انقطاع کو سمجھایئے۔ (۶) توسط بین الکمالین کہاں مانا جاتا ہے؟ (۷) امثلۂ ذیل میں مواقع وصل کی نشان دہی کیجئے؛

۱۔ لا وفاء لکذوب ولا راحة لحسود ۲۔ لا وکُفیتَ شرّھا

۳۔ دعِ الاسراف مُقتصِدًا واذکر الیومَ غدًا

(۷) امثلۂ ذیل میں مواقع فصل کی نشان دہی کیجئے:

۱۔ اوجس منھم خیفة قالوا لا تخف

۲۔ یدبر الامر یفصل الآیات لقوم یعقلون

۳۔ ولقد جاءت رسلنا ابراھیم بالبشری قالوا سلامًا

۴۔ وما الدھر الا من رُواۃ قصائدی اذا قلتُ شعرًا اصبح الدھرُ مُنشدًا
(روایت کرنے والوں) (شعر پڑھنے والا)

۵۔ الناس للناس من بدوٍ وحاضرةٍ بعضٌ لبعضٍ وان لم یشعروا خَدَم
(دیہات و شہر کے)

۶۔ یا صاحب الدنیا المحبّ لها انت الذی لا ینقضی تعبہ
(ختم ہونا)

فصل چہارم

تقدیم و تاخیر

یہ بات تو ظاہر ہی ہے کہ کلام کے سارے اجزاء (الفاظ و کلمات) کا تلفظ ایک مرتبہ میں، بیک وقت نہیں ہو سکتا، بلکہ سارے کلمات یکے بعد دیگرے اور ایک دوسرے کے پیچھے زبان سے نکلتے ہیں اس لئے کلام کے اجزاء میں تقدیم و تاخیر ضروری ہے اور چونکہ لفظ و کلمہ ہونے میں نیز کلام کا جزء ہونے میں سارے اجزاء کلام برابر ہوتے ہیں کسی ایک کو دوسرے پر کوئی ترجیح نہیں حاصل ہوتی اس لئے تقدیم و تاخیر کے لیے کسی خارجی داعی کا ہونا ضروری ہے یہ خارجی داعی مختلف ہوا کرتا ہے۔ تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ **تشویق**: مؤخر کی جانب شوق پیدا کرنا جبکہ مقدم مابعد کی بابت غرابت و دلچسپی کو بتائے مثلاً والله لجميل جدا ابنُ زيد اور ان اكرمكم عند الله اتقاكم۔

۲۔ **تعجیل**: خوشی یا رنج کی بات کا مخاطب تک جلد از جلد پہونچانا خوشی کی بات جیسے العفوُ عنك صدر به الامر۔ رنج کی بات جیسے القصاصُ حكم به القاضي۔

۳۔ **تعجیب وانکار:** مقدم (پہلے والے امر ولفظ) کا محل انکار وتعجب ہونا جیسے ابعدطول التجربۃ تنخدع بھذہ الزخارف
(دھوکہ کھانا) (زیب وزینت کے اسباب)

۴۔ **عموم سلب:** کسی چیز کی کُلّی طور پر نفی کی تصریح، جس کے لئے یہ کیا جاتا ہے کہ عموم کے کلمہ کو نفی کے کلمہ سے پہلے ذکر کیا جاتا ہے، جیسے کلّ ذلك لم یکن (جبکہ کسی حادثہ کے اسباب سے متعلق گفتگو ہورہی ہو)۔

۵۔ **سلب عموم:** کسی امر کے عموم کی نفی وانکار، اس کے لئے یہ کیا جاتا ہے کہ کلمۂ نفی کو کلمۂ عموم سے پہلے ذکر کیا جاتا ہے جیسے لم یکن کل ذلك

۶۔ **تخصیص:** جیسے: ایاك نعبد وایاك نستعین

۷۔ **اہمیت:** جیسے: اتبعت ملۃ اٰبائی ابراھیم واسمٰعیل واسحٰق۔

۸۔ **اصالۃً تقدیم:** قاعدہ کی رو سے تقدیم کا ضروری ہونا جیسے کلمات استفہام وشرط میں، افعال قلوب میں فعل کا پہلے ہونا، وغیرہ

۹۔ **دفع خلل:** تاخیر کا موجب خلل ہونا: جیسے مررت راکبًا بزید یہاں مقصود یہ ہے کہ متکلم سوار ہونے کے حال میں زید کے پاس سے گذرا، اب اگر "مررت بزید راکبًا" کہا جائے تو اس مفہوم میں خلل پیدا ہوگا یہ سمجھنے کی بنا پر کہ سوار ہونے کا حال "زید" کا بتایا گیا ہے حالانکہ وہ متکلم کا حال ہے۔

کسی حکم کی تقویت اور اس کا ذہن میں بٹھانا، نیز کسی امر و شخص

کے ذکر سے تلذذ، اسی طرح تعظیم وتحقیر اور سجع کی رعایت وغیرہ امور بھی تقدیم کے دواعی بنتے ہیں۔

سوالات

(۱) تقدیم وتاخیر کا کیا مطلب ہے؟ (۲) تقدیم وتاخیر کے خاص خاص دواعی بتایئے۔ (۳) عموم سلب اور سلب عموم کا کیا مطلب ہے؟ (۴) اصالۃ تقدم اور دفع خلل کی توضیح کیجئے (۵) امثلہ ذیل میں تقدیم کے دواعی کی نشان دہی کیجئے:

۱ ماکل ما یتمنی المرء مدرکہ

۲ اللہ اسأل ان یصلح الامر

۳ الدھر ملأ فؤادی شیئاً

۴ لم یکن لہ کفواً احدٌ

۵ وربك فکبّر

۶ وثیابك فطھّر

فصل پنجم

ذکر و حذف

جب انسان کو کوئی مضمون زبان سے ادا کرنا ہو یا مخاطب کو کسی امر سے باخبر کرنا ہو تو ہر وہ لفظ جو اس خبر سے متعلق کسی امر و جز پر دلالت کرے اس کا ذکر کرنا اصل ہے اور جس لفظ کے معنی کا علم محض کلام کے باقی حصّے کی دلالت سے ہو جائے اس کا عبارت میں نہ لانا اصل ہے، لیکن کبھی دونوں اصلوں کا تعارض ہو جاتا ہے تو پھر ترجیح کے لئے یہ دیکھنا پڑے گا کہ کس کا داعی موجود و قوی ہے۔ دونوں حالتوں میں سے ہر ایک کے الگ الگ دواعی ہوتے ہیں۔ یہ دونوں حالتیں "ذکر و حذف" کہلاتی ہیں۔

۱۔ ذکر

(الف) **تعریف**: کلام کے اندر مافی الضمیر کے مطابق الفاظ کا لانا۔

(ب) **دواعی**: ذکر کے خاص و اہم دواعی دو ہیں:

اوّل۔ کسی سابق کلام کی تاکید و وضاحت، جیسے اولٰئک علی ھدی من ربھم واولٰئک ھم المفلحون

دوم۔ سامع و مخاطب کے ذہن میں کسی بات کا اس طور پر بٹھانا کہ اس کے انکار کی گنجائش نہ رہے، جیسے کوئی حاکم کسی گواہ کے سامنے

یوں کہے : ھل اقرّ زیدٌ ھذا بأن علیہ کذا اور وہ گواہ جواب میں کہے : نعم زید ھذا اقرّ بان علیہ کذا وکذا۔

ان کے علاوہ کچھ اور بھی دواعی ہوتے ہیں مثلاً (۳) احتیاط جبکہ قرینہ ضعیف ہو، (۴) قرینہ کا نہ ہونا، (۵) تعظیم (٦) تحقیر (۷) تبرک (۸) تلذذ (۹) مخاطب کی کمال توجہ کا حصول (۱۰) سامع کی کند ذہنی پر تنبیہ وغیرہ (۱۱) مخاطب سے طول کلام کی خواہش جیسے حضرت موسیٰؑ کا واقعہ۔

۲۔ حذف

(الف) **تعریف** : مانی الضمیر پر دلالت کرنے والے الفاظ میں سے کسی کو قرینہ کی بنا پر (جو اس کو بتاتے ہوں) چھوڑ دینا۔

(ب) **دواعی** : متعدد ہوتے ہیں۔

(۱) غیر مخاطب سے معاملہ کو مخفی رکھنا، جیسے مخاطب سے کہنا "اَقْبَلَ" جبکہ متکلم و مخاطب کے درمیان کسی خاص آدمی کا ذکر ہو اور وہ موقع پر نام نہ لینا چاہیں۔

(۲) ضیقِ مقام یعنی موقع ذکر کو متحمل نہ ہو خواہ اس وجہ سے کہ مخاطب کو کوئی تکلیف ہو جیسے ؎

قال لی کیف انت قلت علیل سَھرٌ دائم وحزنٌ طویل

اس میں کہنے والے نے یہ نہیں کہا کہ یہ سب (جاگنا مسلسل) مجھ کو لاحق ہے، یا یہ کہ وقت ہی اس کی اجازت نہ دیتا ہو جیسے شکاری اپنے ساتھی سے کہے :-

"ہرن ہرن"۔

(۳) اختصار کے ذریعہ بات کو عام کرنا، جیسے واللہ یدعوالی دارالسلام اس میں "یدعو" کے مفعول بہ کو تعمیم کی غرض سے حذف کر دیا گیا ہے

(۴) متعدی کو لازم کا درجہ دینا، اس وجہ سے کہ معمول و مفعول بہ سے غرض کا کوئی تعلق نہ ہو، جیسے ھل یستوی الذین یعلمون والذین لایعلمون اس میں "یعلمون" کے مفعول کو اس لئے حذف کر دیا گیا ہے کہ غرض معمول سے نہیں محض فعل سے ہے۔

ان کے علاوہ مزید کچھ دواعی ہوتے ہیں، مثلاً

(۵) فاعل کو حذف کر کے فعل کی اسناد نائب فاعل کی طرف کرنا، خواہ فاعل سے خوف کی وجہ سے ہو یا اس پر خوف کی وجہ سے، یا یہ کہ اس کا علم نہ ہو۔ (۶) سامع کی بیداری ذہن یا اس کی مقدار و معیار کو آزمانا (۷) تعظیم (۸) تحقیر (۹) ضرورت کے موقع پر انکار۔ (۱۰) تعین (۱۱) دعویٰ تعین (۱۲) وزن و سجع وغیرہ کی رعایت و حفاظت۔

سوالات

(۱) حذف کی تعریف کیجئے

(۲) حذف کے دواعی خاصہ کتنے ہیں اور کیا کیا؟

(۳) مزید دواعی بتائیے

(۴) ذکر کی تعریف و دواعی بتائیے

(۵) ضیق مقام کی تشریح کیجئے

(۶) لازم کو متعدی کا درجہ دینے کا کیا مطلب ہے؟

(۷) امثلۂ ذیل میں ذکر کر کے دواعی بتایئے:

۱۔ غبی وکند ذہن سے کہنا: الرئیس کلمنی فی امرك والرئیس امرنی بلقائك

۲۔ کوئی سوال کرے ما فعل الامیر تو کہا جائے الامیر نشر المعارف وامن المخاوف

(۸) امثلۂ ذیل میں حذف کے دواعی بتایئے:

۱۔ أنا لا ندری اشرٌ ارید بمن فی الارض؟

۲۔ الحیة الحیة

۳۔ لعمرك لأفعلن

۴۔ کلام کالعسل وفعل کالأسل

۵۔ فعّال لما یشاء

فصل ششم

ایجاز و مساوات و اطناب

انسان اپنے مافی الضمیر کو کلام کے طول وقصر (عدم طول) کے اعتبار سے تین طریقوں سے تعبیر کرسکتا ہے (۱) ایجاز (۲) مساوات (۳) اطناب۔

۱۔ ایجاز

(الف) **تعریف**: مافی الضمیر کو موقع کے مناسب الفاظ سے کم لفظوں میں ادا کرنا، اس طور پر کہ انھیں کم لفظوں سے متکلم کی غرض پوری ہو جائے اور مافی الضمیر پورے طور پر ادا ہو جائے۔

یعنی ایجاز کا حاصل ہے فصاحت و بلاغت کی رعایت کے ساتھ قلیل الفاظ کے ذریعہ معنی مقصود کو ادا کرنا۔

(ب) **اقسام**: دو ہیں (۱) ایجاز قصر (۲) ایجاز حذف

(۱) **ایجاز قصر**: اپنے مافی الضمیر کو ایسے کم سے کم الفاظ سے ادا کرنا جو کہ معانی کثیرہ کو متضمن ہوں جیسے ارشاد باری "الا لہ الخلق والامر" تمام اشیاء عالم اور احوال دنیا کے لئے ہے اس لئے کہ مقصود ہے کہ تمام اشیاء عالم کا پیدا کرنا اور تمام احوال کا نظم کرنا سب اللہ ہی کے ہاتھوں میں ہے۔

(۲) ایجاز حذف: اپنے مافی الضمیر کو قلیل الفاظ سے اس طور پر ادا کرنا کہ قرائن سے سمجھے جانے والے الفاظ کو چھوڑ دیا جائے خواہ ایک کلمہ حذف کیا گیا ہو یا ایک سے زائد جیسے وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا اس میں اصل ہے وجاء امر ربّك وجاء الملك۔

(ج) دواعی ایجاز: ایجاز کا تقاضا کرنے والے مختلف امور ہوا کرتے ہیں۔ مثلاً ۱۔ یاد کرنے میں سہولت پیدا کرنا، ۲۔ فہم سے قریب کرنا، ۳۔ تنگیٔ مقام، ۴۔ اخفاء، ۵۔ طول کلام سے احتراز و اکتاہٹ وغیرہ۔ حاصل یہ ہے کہ "حذف" کے جو دواعی ذکر کئے گئے ہیں "ایجاز" میں اسی انداز کے دواعی کام کیا کرتے ہیں۔

(د) مراتب: ایجاز کی دونوں اقسام میں سے پہلی اعلیٰ و اہم ہے اور اسی سے بلاغت میں متکلم کے معیار کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔

(ہ) اخلال: ایجاز کی تعریف میں ذکر کیا گیا ہے کہ کلام "ایجاز" اس وقت کہلائیگا جبکہ لفظوں میں کمی ہو مگر مافی الضمیر پورے طور پر ادا ہو رہا ہو اور اگر لفظوں کی کمی اور عبارت کا اختصار "مافی الضمیر" کو سمجھنے و سمجھانے سے مانع بنے تو اس کو "اخلال" کہتے ہیں یعنی اخلال کا حاصل ہے۔

مافی الضمیر کی ادائگی کے لئے کلام میں ایسا اختصار جو کہ مافی الضمیر کو پورے طور پر واضح نہ کر سکے، جیسے ؎

والعیش خیرٌ فی ظلا — ل النُّوكِ مِمَّن عاش کَدًّا

(حماقت) (مشقت کے ساتھ)

اس میں اختصار ہے مگر وہ انی الضمیر و مراد کو سمجھانے میں مخل ہے اسلئے

کہ اصل مقصود یوں ہے : "ان العیش الرغد (خوش حال) فی ظلال الحمق خیر

من العیش الشاق فی ظلال العقل"

۲۔ مساوات

(الف) تعریف : الفاظ کا معانی کی بقدر اور معانی کا الفاظ کی بقدر رہنا، یعنی

الفاظ و معانی دونوں ایک دوسرے کے عین مطابق ہوں۔

(ب) مصداق : عامۃ الناس کی گفتگو اسی کے تحت آتی ہے، شرط یہ ہے

کہ وہ اگر ادیب و بلیغ نہ ہوں تو سفیہ و بلید بھی نہ ہوں۔

(ج) **مثال** : واذا رأیت الذین یخوضون فی ایاتنا فاعرض عنهم

اس آیت میں معانی مقصودہ کے بیان کے لئے انھیں کے بقدر الفاظ

کو استعمال کیا گیا ہے۔

۳۔ اطناب

(الف) **تعریف** : کسی فائدہ کے پیش نظر مافی الضمیر کو اس کے مطابق الفاظ سے

زائد الفاظ کے ساتھ ادا کرنا۔

(ب) **مثال** : حضرت زکریا نے اپنے بڑھاپے کو بیان کرنے کے لیے "کبرت"

کے بجائے، اپنے انتہائی ضعف وغیرہ کو بتانے کے لئے فرمایا:

رب انی وھن العظیم واشتعل الرأس شیبًا
(بھڑک اٹھا ہے سر سفیدی سے)

(ج) **اطناب کے دواعی وصورتیں** : اطناب کے بھی متعدد دواعی

ہوتے ہیں انھیں کے پیش نظر کلام میں مختلف صورتیں اختیار کی جاتی ہیں

۱۔ فرد خاص کی فضیلت کو بتانے کے لئے تعیم کے بعد تخصیص۔

جیسے: تنزّلُ الملائکۃُ والرّوحُ فیھا میں "الرّوح" کا اضافہ جس کا مصداق حضرت جبرئیلؑ ہیں حالانکہ الملائکۃ کے تحت وہ بھی داخل ہیں مگر یہاں ان کی فضیلت کا اظہار مقصود ہے۔

۲۔ خاص کے بعد عام کا ذکر خاص پر توجہ کے ساتھ عموم افادہ کے لئے

جیسے رب اغفرلی ولوالدیّ ولمن دخل بیتی

۳۔ ابہام کے بعد وضاحت تاکہ بات مخاطب کے ذہن نشین ہوجائے

جیسے وقضینا الیہ ذٰلک الامر ان دابر ھؤلاء مقطوع مُصبحین
(وحی کرنا) (جڑ) (صبح کرتے کرتے)

اس میں پہلے "الامر" کو ابہام کے ساتھ ذکر کرنے کے بعد پھر انّ دابر الخ سے وضاحت کی گئی ہے۔

اس قبیل سے دُو اصول شمار کئے گئے ہیں: اوّل باب نعم دوم توشیع۔

باب نعم میں بھی ابہام کے بعد توضیع ہوتی ہے ان لوگوں کے نزدیک جو کہ مخصوص بالمدح کو مبتدا محذوف کی خبر مانتے ہیں، جیسے نعم الرجل زیدٌ، کہ ان کے نزدیک اصل ہے "نعم الرجل ھو زید"

توشیع، کلام میں کسی تثنیہ یا جمع کو لاکر اس کی تفسیر دو یا تین اسماء سے اس طور پر کرنا کہ وہ اسماء ایک دوسرے پر معطوف ہوں،

جیسے ارشاد نبوی یشیب ابن آدم ویشب فیہ خصلتان
(بوڑھا ہونا) (جوان ہونا)
الحرص والامل کہ اس میں پہلے "خصلتان" تثنیہ لاکر اس کی دو اسمار سے تفسیر کی گئی ہے ایک کا دوسرے پر عطف کرکے

۴۔ تکرار، کسی بات کو دل میں بٹھانے یا حسرت کے اظہار، یا طول فصل یا زیادتی ترغیب کے لئے، جیسے کسی کا نام بار بار لے کر کوئی بات کہنا یہ بات کے دل میں بٹھانے کے لئے ہوتا ہے۔

۵۔ اعتراض یعنی اثنار کلام میں یا دو معنیً متصل جملوں کے درمیان ایک یا ایک سے زائد ایسے جملے لانا جو کہ اعراب کی رو سے اس کلام و جملوں سے متعلق نہیں ہوتے جیسے۔

الا زعمت بنو سعد بأنی (الا کذبوا) کبیر السن فانی

سن لو کہ بنی سعد کا خیال ہے کہ میں (خبردار وہ جھوٹ کہتے ہیں) سن رسیدہ بوڑھا کھوسٹ ہوں

جملہ معترضہ اگر ابہام یا کسی اعتراض واشکال کو دفع کرنے کے لئے لایا جائے تو اسے "احتراس" کہتے ہیں، اس کا حاصل یہ ہے کہ متکلم کوئی بات کہے تو مخاطب کو اس پر کوئی وہم پیدا ہو، متکلم اسے بھانپ کر درمیان میں کوئی ایسی بات کہہ دے جس سے وہ وہم دور ہو جائے۔

جیسے ؎ صببنا علیہا (ظالمین) سیاطنا
(برسائے ہم نے اس پر (اس حال میں کہ ہم ظالم تھے) اپنے کوڑے

فطارت بہا اید سراعٌ وارجلُ
پس اڑ پڑے اس کو لے کر تیز ہاتھ و پیر)

اس شعر میں اگر "ظالمین" کو ترک کردیا جاتا تو سامع کو وہم پیدا ہوتا کہ متکلم

کا گھوڑا اپنے احوال کی بنا پر مار کا مستحق تھا۔ "ظالمین" کا لفظ لا کر بتا دیا گیا کہ مارنا ظلم کی بنا پر تھا۔

۶۔ تذییل: تاکید کی غرض سے ایک جملے کے بعد دوسرے کا استعمال درانحالیکہ دوسرا سابق جملے کے مضمون پر مشتمل ہو۔

تذییل کی دو صورتیں ہوتی ہیں:

اوّل یہ کہ وہ ضرب المثل کے درجہ میں ہو بایں معنی کہ وہ مستقل المعنی ہو اور ماقبل سے مستغنی بھی ہو جیسے ؎

تزورُفتی یعطی علی الحمد ماله ومن یُعطِ اثمان المحامد یُحمد

دوم یہ کہ ضرب المثل کے درجہ میں نہ ہو بایں معنی کہ ماقبل سے مستغنی (تعریف) نہ ہو۔ جیسے ؎

لَم یُبقِ جُودُكَ شیئاً اُؤَمِّلُهُ (امید کرنا) ترکتنی اصحب الدّنیا بلا املٍ (امید)

۷۔ ایغال: کلام کا اختتام کسی ایسے جملے پر جو کہ کسی ایسے نکتہ کا فائدہ دے کہ کلام اس کے بغیر تام ہو رہا ہو اور اس کی ضرورت نہ ہو۔

جیسے: اولئك لهم الامن وهم مهتدون، اس میں وهم مهتدون محض ایک نکتہ کے پیش نظر ہے، اور وہ ہے ان کی اتباع پر تحریض۔

سوالات

(۱) مافی الضمیر کو ادا کرنے کے طریقے کتنے ہیں اور کیا کیا؟ (۲) ایجاز کی تعریف، اقسام و دواعی ذکر کیجیے (۳) ایجاز کے اہم دواعی کیا ہیں؟ (۴) اخلال اور مساوات کی تعریف کیجیے۔ (۵) اطناب اور اس کے دواعی بتایئے۔ (٦) امثلہ ذیل میں ایجاز و اطناب وغیرہ کی اور ان کے دواعی کی نشان دہی کیجیے:

۱۔ تاللہ تفتأ تذکر یوسف ۲۔ اخرج منها ماءها ومرعاها

۳۔ فاما الذین اسودت وجوههم اکفرتم

۴۔ لوان الباخلین. وانت منهم رأوك تعلّموا منك المطالا
(ٹال مٹول)

۵۔ أُمسِي واُصبح من تذکارکم وصبا یَرْثی لی المشفقان الاهلُ والولدُ
(یاد) (عشق) (ترس کھاتا) (میرے دو مشفق)

بابِ سوم

علمِ بدیع

۱۔ **تمہید:** کلام کو فصاحت و بلاغت کے معیار پر لانے کے لئے جس طرح "علم بیان اور علم معانی" کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح ایک تیسرے علم کی بھی ضرورت ہوتی ہے اور وہ بھی اس میں معین ہوتا ہے۔

جہاں اوّل (علم بیان) کی بنا پر ایک معنی کو مختلف انداز و اسلوب پر ادا کرنے کی قدرت حاصل ہوتی ہے اور دوسرے کے ذریعہ کلام کو مقتضائے حال کے مطابق کرنے میں مدد ملتی ہے وہیں تیسرا علم، یعنی علم بدیع کلام کے اندر لفظی و معنوی حسن پیدا کرنے کا وسیلہ بنتا ہے۔

۲۔ **تعریف:** علم بدیع وہ علم ہے جس کے ذریعہ مقتضائے حال کے مطابق کلام میں حسُن پیدا کرنے کے طریقے اور صورتیں معلوم ہوں۔

۳۔ **توضیح و تقسیم:** چونکہ ہر کلام میں دُو چیزیں ہوتی ہیں ایک لفظ دوسرے معانی، الفاظ زبان سے ادا کئے جاتے ہیں اور قلم سے لکھے جاتے ہیں اور معانی الفاظ کو سُن کر اور پڑھ کر سمجھے جاتے ہیں اور کلام کو فصیح و بلیغ بنانے کے لئے ہر پہلو کے لئے حسن کی ضرورت ہوتی ہے، اس لیے تحسین کلام کے دو حصے ہیں: تحسینِ لفظی اور تحسینِ معنوی، اسی بنیاد پر محسناتِ کلام یعنی کلام میں حسُن پیدا کرنے والے ذرائع جو کہ "علم بدیع" کے اصول و قواعد ہیں، ان کو دو اقسام میں بیان کیا جاتا ہے، ایک کو "محسناتِ لفظیہ" کے عنوان کے تحت اور دوسری کو "محسناتِ معنویہ" کے عنوان کے تحت۔

فصل اوّل

محسناتِ لفظیہ

۱۔ **تعریف**: وہ اصول و قواعد جن کی لفظوں میں رعایت کر کے کلام کے اندر حسن پیدا کیا جاتا ہے۔

۲۔ **اقسام و صور**: محسنات لفظیہ کی تین اقسام و صورتیں ہیں:

(الف) جناس (ب) اقتباس (ج) سجع

(الف) جناس

۱۔ **تعریف**: دو لفظوں کا تلفظ میں ایک دوسرے سے مشابہ ہونا۔ درانحالیکہ دونوں کے معانی مختلف ہوں

۲۔ **اقسام** دو ہیں (الف) جناس تام و کامل (ب) جناس غیر تام و ناقص

(الف) **جناس تام و کامل**: (۱) **تعریف**: دو لفظوں کے حروف کا چار چیزوں میں متفق ہونا، یعنی نوعیت، شکل و ہیئت، تعداد و ترتیب میں۔

(۲) **امثلہ**: (الف) ؎

لم نلقَ غیرَكَ انساناً یُلاذُ بِهِ (پناہ لینا) فلا برِحتَ لعینِ الدهرِ انساناً (تم برابر ہو زمانہ کی آنکھ کی پتلی)

اس شعر کے دونوں مصرعوں میں "انسان" کا لفظ آیا ہے اور چاروں اعتبار سے یکسانیت رکھتا ہے مگر دونوں کے معانی مختلف ہیں۔ اوّل سے انسان معروف مُراد ہے اور دوّم "آنکھ کی پتلی" کے معنی میں ہے۔

(ب) یکاد سنا برقہ یذھب بالابصار یقلب اللہ اللیل والنھار ان فی ذلک لعبرۃ لاولی الابصار۔ اس میں دو مرتبہ لفظ "الابصار" آیا ہے جو چاروں اعتبار سے توافق رکھتا ہے مگر معنی میں اختلاف ہے پہلی جگہ وہ "بصر" بمعنی نگاہ کی جمع ہے اور دوسری جگہ بمعنی "بصیرت وبصائر" ہے۔

(ب) **جناس غیر تام وناقص:** (۱) **تعریف:** تلفظ میں ملتے جلتے دو الفاظ کا گذشتہ چار چیزوں میں سے کسی میں مختلف ہونا۔

(۲) **امثلہ:** (الف) الخیل معقود بنواصیھا الخیر (بندھا ہوا ہے ان کی پیشانیوں کے ساتھ) اس میں خیل وخیر کے درمیان جناس ناقص ہے کہ دونوں کے آخری حرف کی نوع الگ الگ ہے

(ب) واتخذوا من دونہ الھۃ لا یَخلُقون شیئاً وھم یُخلَقون،
(بنا رکھے ہیں انھوں نے اللہ کے سوا ایسے معبود جو کسی چیز کو پیدا نہیں کرتے بلکہ وہ خود بنائے جاتے ہیں)

اس میں "یخلقون" دو مرتبہ آیا ہے جس میں نوعیت، حروف کی تعداد وترتیب سب ایک ہے مگر "شکل" کا فرق ہے، پہلی جگہ "ی" پر زبر ہے اور دوسری جگہ "ی" پر پیش ہے۔

(ج) الھوی مَطیّۃُ الھوان (خواہش نفس، ذلت کی سواری ہے) اس مثال میں

ھوی اور ھوان کے درمیان "جناس ناقص" ہے اسلیے کہ دونوں میں حروف کی تعداد کا فرق ہے۔

(د) الجاھل لا یعلم ما یعمل، حروف کی ترتیب بدلی ہوئی ہے۔ حالانکہ تمام حرف یکساں ہیں۔

۳۔ حکم: اکثر اہل ادب، اس کے استعمال کو پسند نہیں کرتے، اس لئے کہ اس سے معنی میں اُلجھاؤ پیدا ہوتا ہے، نیز یہ چیز خواہ تقریر میں ہو یا تحریر میں، تکلف سے خالی نہیں ہوتی، اتفاقاً یا بے تکلف اس کا کلام میں آجانا ناپسندیدہ نہیں ہے۔

(ب) اقتباس

۱۔ تعریف: نثر یا نظم میں غیر کے کلام کو اس طور پر شامل کرنا کہ وہ اس نثر یا نظم کا جزو بن جائے۔

عامۃ الناس کے کلام کے علاوہ قرآن کی آیات و احادیث نبویہ کے ساتھ بھی یہ معاملہ کیا جاتا ہے۔

۲۔ امثلہ: (الف) ؎

یوم یأتی الحساب ما لظلوم (ظالم) — من حمیم ولا شفیع یطاع (کوئی جگری دوست اور نہ سفارشی جس کا کہا مانا جائے)

اس شعر کا دوسرا مصرع سورۂ غافر (پارہ ۲۴) کی ایک آیت کا ایک ٹکڑا ہے۔

(ب) ؎ واذا ماشئت عیشاً بینھم (زندگی) — خالق الناس بخلق حسن (معاملہ و برتاؤ کرنا)

اس شعر کا دوسرا مصرع ایک حدیث پاک ہے۔

۳۔ حکم: اقتباس کے طور پر دوسرے کے کلام کو جزء کلام بنانے میں اگر اصل میں کچھ تھوڑا بہت تغیر کیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے اگرچہ آیت یا حدیث کیوں نہ ہو، اسلئے کہ آیت وحدیث کے الفاظ دوسرے کے کلام میں آکر جب اس کا جزء بن جاتے ہیں تو ان کی اصل حیثیت باقی نہیں رہ جاتی، جیسے ؎

قد کان ماخِفتَ ان یکونا　　فإنّا الی اللہ راجعونا

(ہوگیا جس کے ہونے سے تم ڈر رہے تھے)

اس میں دوسرا مصرع سورۂ بقرہ کی ایک آیت کا ٹکڑا ہے جس کے اخیر میں صرف "نون مفتوح" ہے، اس شعر میں اس کے ساتھ "الف" بڑھا دیا گیا ہے۔

(ج) سجع

۱۔ تعریف، دو یا چند جملوں کے اواخر کا حرف اخیر میں متفق ہونا۔

۲۔ احکام: (الف) سجع اسی وقت پسندیدہ ہے جبکہ تکلف سے محفوظ ہو، اور بے فائدہ تکرار نیز الفاظ کی بندش و ربط کے اعتبار سے ہر قسم کے نقص سے خالی ہو۔

(ب) سجع کا اصل موقع "نثر" ہی ہے اسی لئے بعض حضرات نے تعریف میں نثر کی قید لگائی ہے، لیکن اشعار میں بھی اس کا استعمال ہوتا ہے اگرچہ بہت کم ہے۔

۳۔ **امثلہ:** (الف) قرآنِ کریم کی اکثر سور و آیات میں سجع ہے، مثلاً سورۂ ملک کی دوسری آیت کا آخر ہے: "وھو العزیز الغفور" اور تیسری آیت کا آخر ہے: "ھل تریٰ من فطور"

(ب) ۱؎ الانسان بآدابہ لا بزیّہ وثیابہ
(ہیئت)

۲؎ فلانٌ یطبع الاسجاع بجواھر لفظہ ویقرع الاسماع بزواجر وعظہ
(سجع کی جمع) (متنبہ کرنا) (کانوں کو) اپنے وعظ کی نصیحت آمیز باتوں سے

(ج) ؎

فنحن فی جزلٍ والروم فی وجلٍ والبرّ فی شغلٍ والبحر فی خجلٍ
(خوشی و مسرت) (خوف) (خشکی) (شرمندگی)

۴۔ **مراتب:** کلام میں سجع کی جتنی رعایت ہوگی، بدیع کے اعتبار سے کلام اتنا ہی فائق ہوگا، چنانچہ اگر دونوں کے ہر ہر کلمہ یا اکثر میں اس کی رعایت ہو تو سجع کی قوت میں اضافہ ہوجاتا ہے، جیسے کہ مثال (ب) کے ۲؎ میں ہے اور اسی لئے سب سے بہتر صورت یہ ہے کہ جن جملوں کے درمیان سجع کی رعایت ہو ان کے کلمات بھی برابر ہوں جیسا کہ شعر والی مثال میں ہے نیز (ب) کی مثال ۱؎ میں بھی ہے۔

سوالات

(۱) علم بدیع کی ضرورت کیوں ہے؟ (۲) بدیع کی تعریف و اقسام ذکر کیجئے۔ (۳) محسنات لفظیہ کتنے ہیں اور کیا کیا؟ (۴) جناس کی تعریف و اقسام و حکم ذکر کیجئے۔ (۵) جناس غیر تام کی تمام

صورتوں کی وضاحت کیجئے۔ (۶) اقتباس کیا ہے اور اس کا حکم کیا ہے؟ (۷) سجع کس کو کہتے ہیں اور اس کے احکام کیا ہیں؟ (۸) سجع میں قوت کن امور سے پیدا ہوتی ہے! (۹) سجع کا اصل موقع کیا ہے؟ (۱۰) امثلہ ذیل میں جناس کی اقسام کو تلاش کیجئے: ———

۱۔ یوم تقوم الساعة یقسم المجرمون ما لبثوا غیر ساعة

۲۔ فلا اقسم بما تبصرون وما لا تبصرون

۳۔ سمیته یحیی لیحیی فلم یکن　　　الی ردّ امر اللہ سبیل

۴۔ هل نهاك نُهاك عن لوم امرئٍ　　　لم یُلفَ غیر منعّم بشقاء

(روکنا) (عقل) (ملامت)　　　(پایا گیا)

۵۔ فدارهم مادمت فی دارهم　　　وارضهم مادُمت فی ارضهم

(پس ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو جب تک ان کے دار میں رہو، اور ان کو خوش رکھو جب تک ان کی زمین میں رہو)

(۱۱) اقتباس کی چند مثالیں پیش کیجئے۔ (۱۲) اپنے کلام میں سجع کا استعمال کیجئے۔

———

محسناتِ لفظیہ

(۲)

محسنات لفظیہ کی اصل صورتیں تو تین ہی ہیں جن کا ذکر پیچھے کیا گیا ہے۔ مگر یہ تین عام و معروف صورتیں ہیں، ان کے علاوہ بھی متعدد اصول و صورتیں اسکے تحت آتی ہیں، مثلاً (ج) تشابہ، (د) تصدیر، (ہ) قلب، (و) عکس، (ز) تشریع (ح) موازنہ، (ط) ائتلاف۔

(ج) تشابہ

۱۔ تعریف: ایک جملہ کے آخری لفظ کو بعد کے جملہ کا آغاز یا ایک شعر کے آخری حصے کو دوسرے شعر کا ابتدائی حصہ بنانا۔

۲۔ امثلہ: (الف) المصباح فی زجاجة، الزجاجة کانها کوکبٌ دریٌّ اس آیت میں پہلے جملہ کے آخری لفظ کو دوسرے کا آغاز بنایا گیا ہے

(ب) اذا نزل الحجّاج ارضًا مریضةً تتبّع اقصی دائها فشفاها
(پڑاؤ کرنا) (جستجو کرنا) (انتہائی مرض) (شفا دینا)

شفاها من الداء العُضال الذی بها غلامٌ اذا هزّ القناة سقاها
(مرض لا علاج) (نوجوان) (ہلانا) (نیزہ) (سیراب کرنا)

اس رُباعی کے پہلے شعر کے آخری لفظ سے دوسرے شعر کو شروع کیا گیا ہے۔

(د) تصدیر

تعریف: تصدیر کا استعمال نثر و نظم دونوں میں ہوتا ہے مگر اس طور پر

دونوں محل میں اس کا مفہوم مختلف ہے اس لئے جامع تعریف نہیں کی جاتی، ویسے حاصل یہ ہے کہ

"دو ملتے جلتے الفاظ کا کلام میں خاص انداز میں استعمال کرنا"

(الف) تصدیر درنثر: دو مکرر یا ملتے جلتے الفاظ میں سے ایک کو ایک ہی فقرہ کے شروع میں اور دوسرے کو اخیر میں رکھا جائے۔

جیسے سائل اللئیم یرجع ودمعہ سائل (سوال کرنے والا کمینہ سے لوٹتا ہے اور اس کا آنسو بہہ رہا ہوتا ہے) اس فقرہ وکلام کے شروع واخیر میں صورۃً یکساں لفظ استعمال ہوئے ہیں، مگر دونوں کے معانی میں اختلاف ہے، پہلا "سؤال" سے ہے بمعنی سوال کرنے والا، اور دوسرا "سیلان" سے ہے بمعنی بہنے والا۔

(ب) تصدیر درشعر: کسی شعر کے دونوں مصرعوں میں ایک ہی لفظ کا مکرر استعمال اس طور پر کہ وہ دوسرے مصرع کے اخیر میں ہو اور پہلے کے شروع میں یا بعد میں ہو جیسے ؎

سریع الی ابن العم یلطم وجہہ　　ولیس الی داعی النّدی بسریع

(جلدی کرتا ہے)　　(طمانچہ لگانا)　　(سخاوت کے داعی)

(ھ) قلب۔

کسی لفظ کا اس طور پر ہونا کہ سیدھا اور الٹا دونوں طرح یکساں پڑھا جائے جیسے "کن کما امکنک" اس کو پلٹ کر اخیر سے پڑھیں تو بھی یہی عبارت بنے گی جیسے اردو کے اس جملے میں "وہ شرابی آرے بارش ہو"

(و) عکس

ایک کلام کے اندر ایک ہی لفظ کا تقدم وتاخر کے ساتھ استعمال۔

جیسے : عادات السادات سادات العادات

ایسا ایک جملے کے اندر بھی ہوتا ہے اور زائد میں بھی اور زائد میں کئی صورتیں ہوتی ہیں۔

(ز) تشریع

۱۔ تعریف: شعر کے اندر دو قافیوں کا اس طور پر لانا کہ اگر ایک کو گرا دیا جائے تو شعر کی شعریت اور معنویت و موزونیت میں فرق نہ آئے۔

۲۔ مثال: ؎ یا ایہا الملکُ الذی عمَّ الورٰی
اے وہ بادشاہ جو کہ (اپنے فیض سے) تمام مخلوق کو چھائے ہوئے ہے

ما فی الکرام لہ نظیرٌ یُنظر
نہیں ہے سخیوں میں اس کی کوئی نظیر جس کو دیکھا جائے

اس شعر کے پہلے مصرع سے "عمَّ الورٰی" اور دوسرے سے یُنظر کو گرانے کے بعد بھی شعر کی شعریت و معنویت میں فرق نہیں آتا اور شعر یوں ہو جائے گا ؎

یا ایہا الملک الذی　　ما فی الکرام لہٗ نظیر

(ح) موازنہ

۱۔ تعریف، کلام کا اس انداز میں ہونا کہ مخاطب کی گرفت سے بچنے کے لئے متکلم کی طرف سے تحریف یا تصحیف وغیرہ کسی طریقے سے کلام میں تبدیلی ممکن ہو اور مخاطب انکار نہ کر سکے۔

تحریف لفظ یا معنی کو بدل دینا، تصحیف لفظ کے بعض حروف کو بدل دینا

۲۔ **مثال**: ؎ لقد ضاعَ شعری علی بابکم کما ضاعَ عقدٌ علی خالصہ

اس شعر کو "ابونواس" شاعر نے ہارون رشید کے سامنے پڑھا اور اس کا مدعا یہ تھا کہ میرے شعر کی ناقدری ایسی ہی کی گئی ہے جیسے کہ "خالصہ" نامی لونڈی کو ایک قیمتی ہار دے کر اس کی ناقدری کی گئی تھی۔ ہارون رشید نے شعر سنتے ہی چونک کر اس سے استفسار کیا کہ کیا مطلب؟ تو ابونواس نے اپنے شعر کی یوں توجیہ کی کہ میں نے تو "ضائ" ہمزہ کے ساتھ کہا ہے عین کے ساتھ نہیں، اور "ضاء" کے معنی ہیں "روشن ہونا" اس نے یہ توجیہ کر کے شعر میں تعریف کا پہلو پیدا کر دیا اور "ضاع و ضائ" دونوں ہی لکھنے و بولنے میں ملتے جلتے ہیں۔

(ط) اُئتلاف

یعنی اُئتلاف لفظ بالفظ، جس کا مطلب ہے ایک عبارت کے چند الفاظ کا قلت استعمال میں متفق ہونا۔

جیسے ارشاد باری تاللہ تفتأ تذکر یوسف اس میں قسم کے لئے "تا" کو استعمال کیا گیا ہے اور استمرار کے معنی کے لئے "تفتأ" اور دونوں ہی ایسے ہیں کہ معانی مقصودہ کے لئے ان دونوں کا استعمال کم ہوتا ہے۔

سوالات

(۱) تشابہ کی تعریف و مثال پیش کیجئے (۲) تصدیر در نثر کا کیا مفہوم ہے؟ (۳) تصدیر در شعر کا کیا مطلب ہے؟ (۴) عکس کی تعریف و مثال پیش کیجئے (۵) تشریع کس کو کہتے ہیں۔؟

(۶) قلب کی تعریف کے بعد کچھ مثالیں اردو و عربی کی پیش کیجئے۔ (۷) امثلۂ ذیل میں مذکورہ بالا محسنات کی نشان دہی کیجئے: ________

۱۔ قال انی لعملکم من القالین ۲۔ حُرّ الکلام کلام الحر

۳۔ تمتّع من شمیم عرار نجد فما بعد العشیة من عرار

(فائدہ اٹھانا) (خوشبو) (عرار نجد) (آج شام)

۴۔ وربّک فکبّر ۵۔ کلام الملوک ملوک الکلام

۶۔ ایشیا

فصل دُوم

محسنات معنویہ

(۱)

۱۔ **تعریف:** وہ معنوی امور جن کی رعایت کلام کے اندر حُسن پیدا کرتی ہے

۲۔ **اصناف وصور:** "محسنات معنویہ" کی اصناف وصور بہت ہیں، یہاں ان میں سے متعدد معروف کو ذکر کیا جارہا ہے۔

(الف) توریہ[1]، (ب) طباق[2]، (ج) مقابلہ[3]، (د) حسن تعلیل[4]، (ہ) تاکید[5] المدح بمایشبہ الذم، (و) تاکید[6] الذم بمایشبہ المدح، (ز) مراعاۃ[7] النظیر، (ح) استخدام[8]، (ط) جمع[9]، (ی) تفریق[10]، (ک) تقسیم[11]، (ل) ایتلاف[12]، (م) اسلوب[13] الحکیم، (ن) ارصاد[14]، (س) مشاکلت[15]، (ع) مزاوجت[16]، (ف) رجوع[17]، (ص) لف[18] ونشر، (ق) مبالغہ[19]، (ر) توجیہ[20]، (ش) ابہام[21]، (ت) استطراد[22]، (ث) افتنان[23]، (خ) ادماج[24]، (ذ) تجرید[25]۔

(الف[1]) **تَوریہ:** (۱) **تعریف:** کسی ایسے لفظ سے جو کہ دُو معانی کو محتمل ہو، کسی قرینہ مخفیہ کے پیش نظر معنی بعید کا مراد لینا۔

یعنی ایک لفظ ایسا ہو کہ اس کے دو معانی ہوں ایک قریب، ظاہر،

دوسرا بعید و غیر ظاہر، کہ جس کی طرف ذہن جلدی متوجہ و منتقل نہ ہو، ایسے لفظ سے معنی بعید کا مراد لینا "توریہ" کہلاتا ہے۔

(۲) مثال: هوالذی یتوفّاکم باللیل ویعلم ما جرحتم بالنهار۔
(وفات دینا) (ارتکاب کرنا)

اس آیت میں جرحتم میں "توریہ" کا استعمال ہے کہ اس کے قریبی معنی ہیں زخمی کرنا، اور معنی بعید ہے کسی ایسے کام کا کرنا جو دوسری شے پر اثرانداز ہو، خواہ وہ اثر کسی قسم کا ہو، یہاں اس سے یہی دوسرے معنی مراد ہیں یعنی "ارتکاب گناہ" جس سے عصمت و عفت متاثر ہوتی ہے۔

ب) طباق: (۱) تعریف: دو مقابل یعنی متضاد معانی کا ایک کلام میں جمع کرنا۔

(۲) مثال: ارشاد باری: تحسبهم ایقاظاً وهم رقود۔ اس میں
(سمجھنا) (بیدار) (سونے والے)
'ایقاظ' و 'رقود' باہم اضداد ہیں۔

(۳) اقسام: دو ہیں (الف) طباق الایجاب (ب) طباق السلب۔

(الف) طباق الایجاب: وہ طباق جس میں تقابل و تضاد ایجاب و سلب کا نہ ہو بلکہ معنی کا ہو جیسے مثال مذکور۔

(ب) طباق السلب: جس میں تقابل و تضاد نفی و سلب کی بنا پر ہو، جیسے ولکن اکثر الناس لا یعلمون یعلمون ظاهراً من الحیاة الدنیا" اس میں لا یعلمون اور یعلمون کے درمیان طباق ہے جس کی بنیاد ایجاب و سلب میں اختلاف پر ہے۔

ج) **مقابلہ** : (۱) تعریف : دو یا دو سے زیادہ معانی کو ان کے بالمقابل معانی کے ساتھ ترتیب کی رعایت رکھتے ہوئے ذکر کرنا۔

(۲) **امثلہ** : (الف) من اقعدتہ نکایۃ اللئام اقامتہ اعانۃ الکرام
(بٹھانا) (ایذارسانی کمینوں کی)

اس میں تین معانی ایک دوسرے کے بالمقابل مذکور ہیں اقامتٌ (کھڑا کرنا) بمقابلہ اقعاد (بٹھانا)، نکایۃ (ایذا) بمقابلہ اعانۃ، الکرام بمقابلہ اللئام

(ب) واللیل اذا دبر والصبح اذا اسفر

(۳) **حکم** : اس کا بے تکلف صدور پسندیدہ ہے، تکلف سے کام لینے پر اس کی وجہ سے کلام کے اندر بہت سے نقائص پیدا ہو جاتے ہیں۔

د) **حسن تعلیل** : (۱) تعریف : کسی شے کی مشہور علت کا صراحتًا یا ضمنًا انکار کر کے اس کی جگہ اپنی غرض کے مطابق کسی ادبی اور دل نشین علت کا ذکر کرنا یا کسی وصف کے لئے ایسی علت کا دعویٰ کرنا جو کہ غیر حقیقی و نادر ہو۔

(۲) مثال : ؎ وما کلفۃ البدر المنیر قدیمۃ
(دھبہ) (روشن)

ولکنہا فی وجہہ اثر اللطم
(طمانچہ)

اس میں چاند کے دھبوں کی ایک نئی علت تجویز کی گئی ہے اور اسے محبوب کے طمانچوں کا اثر بتایا گیا ہے۔

ھ) **تاکید المدح بما یشبہ الذم**

(۱) تعریف : کسی کی مدح تاکید کے ساتھ ایسے انداز و اسلوب میں

کرنا کہ بظاہر مذمت معلوم ہو۔

(۲) اقسام وصور : دو ہیں :۔

اوّل یہ کہ ممدوح سے کسی ناپسندیدہ صفت کی نفی کی جائے اور اسی منفی صفت سے کسی صفت مدح کا استثنار کیا جائے۔

جیسے ؎ لاعیب فیهم غیران سیوفهم
بهنّ فُلُولٌ من قراع الکتائب
(ان میں کندہ پن ہے کاٹنے کی وجہ سے دشمنوں کے پرے کے پرے)

اس شعر میں پہلے ممدوح سے "عیب" کی نفی کی گئی ہے، اور پھر اس سے صفتِ مدح کا استثنار کیا گیا ہے جو یہ ہے کہ ممدوح بڑے بہادر و جنگجو لوگ ہیں جن کی تلواریں مقابل فوج کے دستوں کے دستے کاٹنے کی وجہ سے کند پڑ چکی ہیں۔

دوم یہ کہ موصوف کے لئے ایک صفت مدح ثابت کرنے کے بعد حرف استثنار لا کر دوسری صفتِ مدح ذکر کی جائے۔

جیسے: فتیً کملت اوصافہ غیرانہ جوادٌ فما یُبقی علی المال باقیا
(باقی رکھنا)

(ق) تاکید الذم بما یشبہ المدح

(۱) تعریف : کسی کی مذمت تاکید کے ساتھ ایسے انداز و اسلوب سے کرنا جو کہ مدح کے مشابہ ہو۔

(۲) اقسام وصور : اس کی بھی دو ہیں :

اوّل جس کی برائی کی جارہی ہو اس کے لئے ذکر کردہ اس صفت مدح

سے جس کی نفی کی جارہی ہو کسی صفتِ ذمیمہ کا استثناء کیا جائے۔

جیسے لاجمال فی الخطبة الا انها طویلة فی غیر فائدة

دوم یہ کہ موصوف کے لئے ایک صفت ذمیمہ ذکر کرنے کے بعد کسی حرف استثناء کے ساتھ دوسری ناپسندیدہ صفت ذکر کی جائے۔

جیسے القوم شحاحٌ الا انهم جُبناء
(بخیل) (بزدل)

سوالات

(۱) محسنات معنویہ کتنے ہیں؟ (۲) توریہ کی تعریف ومثال ذکر کیجئے (۳) طباق کیا ہے اور اس کی اقسام کتنی ہیں اور کیا کیا؟ (۴) مقابلہ کی تعریف ومثال پیش کیجئے۔ (۵) حسن تعلیل کا کیا مطلب ہے؟ (۶) تاکید مدح وتاکید ذم کا کیا مطلب ہے اور ہر ایک کی صورتوں کو بتائیے (۷) امثلۂ ذیل میں مذکورہ محسنات کی نشان دہی کیجئے:-

نمبر۱ اسرّوا قولکم او اجهروا به نمبر۲ لاتحسبوه شرالکم بل هو خیر لکم

نمبر۳ فلا اقسم بما تبصرون وما لاتبصرون نمبر۴ جعل لکم الارض فراشا والسماء بناء۔ نمبر۵ وما نقموا منهم الا ان یومنوا بالله

نمبر۶ ها انا شاعرٌ سراجٌ فاقطع لسانی اردك نوراً

نمبر۷ لافضل للقوم الا انهم لایعرفون للجار حقه نمبر۸ الکلام کثیر التعقید سوی انه مبتذل المعانی نمبر۹ خیر المال عین ساهرةٌ لعین نائمة نمبر۱۰ لیس به عیب سوی انه لاتقع العین علی شبهه

محسنات معنویہ

(۲)

ث) **مراعاۃ النظیر** : (۱) تعریف: کسی شے کے ساتھ اس کے مناسب امور و اوصاف کو ذکر کرنا بشرطیکہ ان میں تضاد نہ ہو۔

(۲) مثال ؎

والطلّ فی سلك الغصون کلؤلؤ — رطبٍ یصافحہ النسیم فیسقط
(شبنم، بیچ میں، تر، بادِ نسیم)

والطیر یقرء والغدیر صحیفۃ — والریح تکتب والغمام ینقط
(تالاب، کتاب، بادل)

خ) **استخدام** : کی دو صورتیں ہیں:۔

۱۔ کسی کلام میں ایک لفظ کا ایک مفہوم میں اور اس کی ضمیر کا دوسرے مفہوم میں استعمال کرنا، جیسے: فمن شہد منکم الشھر فلیصمہ۔ اس آیت میں "الشھر" سے رمضان کا چاند مراد ہے اور فلیصمہ میں اس کی طرف لوٹنے والی ضمیر سے ماہ رمضان مُراد ہے۔

۲۔ ایک مرجع کی طرف دو ضمیروں کا لوٹنا اس طور پر کہ دونوں کے مصداق میں اختلاف ہو، جیسے ؎

فسقی الغضیٰ والساکنیہ وان ھم — شبوہ بین جوانحی وضلوعی
(غضی کو، اس کے رہنے والوں کو، بڑھانا، پہلوؤں، پسلیوں)

"غضیٰ" ایک جنگلی درخت کا نام ہے جس کی طرف "الساکنیہ اور شبوہ" میں واحد مذکر غائب کی ضمیر لوٹ رہی ہے مگر پہلی ضمیر سے اس درخت کا محل اور دوسری سے اس کی آگ مراد ہے۔

ط) **جمع**: (۱) تعریف: ایک حکم کے تحت متعدد اشیاء کو جمع کرنا

(۲) **مثال**: ے

ان الشباب والفراغ والجدہ مفسدۃٌ للانسان ایّ مفسدہ
(جوانی) (فرصت) (دولت)

اس میں تین چیزوں کے لئے ایک حکم ذکر کیا گیا ہے۔

ی) **تفریق**: (۱) تعریف: ایک نوع کی دو یا چند اشیاء کے لئے مختلف حکموں کو ذکر کرنا۔

(۲) **مثال**: ے

مانوالُ الغمامِ وقتَ ربیعٍ (عطیہ) | کنوالِ الامیرِ یومَ سخاءٍ

فنوالُ الامیرِ بدرۃُ عینٍ (درہم و دینار کی تھیلی) | ونوالُ الغمامِ قطرۃ ماءٍ

اس میں "نوال" بمعنی عطیہ کے لئے دو الگ الگ مصداق تجویز کئے گئے ہیں

ک) **تقسیم**:۔ کی تین صورتیں ہیں:۔

۱۔ کسی شئے کی تمام اقسام کو بیان کرنا جیسے ے

واَعلم علم الیوم والامس قبلہ (بات آج کی اور پچھلے کل کی اس سے پہلے) | ولکننی عن علم مافی غدٍ عمی (اگلا کل) (ناواقف)

اس میں زمانہ کی تینوں اقسام کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

۲۔ دو یا چند چیزوں کو ذکر کرنے کے بعد ہر ایک کے مناسب احوال و صفات کا تذکرہ کرنا، جیسے ؎

وَلَا یُقِیمُ عَلٰی ضَیمٍ یُرَادُ بِہٖ — اِلَّا الْاَذَلَّانِ عَیرُ الْحَیِّ وَالْوَتِدُ
نہیں ٹھہرتی کوئی چیز ظلم پر جس کا اسکے ساتھ ارادہ کیا جائے — بجز دو نہایت ذلیل چیزوں کے، محلہ کا گدھا اور کھونٹا

ھٰذَا عَلَی الْخَسْفِ مَرْبُوطٌ بِرُمَّتِہٖ — وَذَا یُشَجُّ فَلَا یَرْثِی لَہٗ اَحَد
یعنی یہ گدھا ذلت کے ساتھ بندھا رہتا ہے اپنی رسی سے — اور اس (کھونٹے) کے سر پر مار لگتی ہے پھر بھی کوئی اس پر ترس نہیں کھاتا

پہلے شعر میں گدھے اور کھونٹے کے ذکر کے بعد دوسرے میں دونوں کے مناسب احوال کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

۳۔ کسی شے کے مختلف احوال بیان کر کے ہر حال کے مناسب صفات کا تذکرہ کرنا، جیسے ؎

سَأَطْلُبُ حَقِّیْ بِالْقَنَا وَمَشَائِخٍ — کَأَنَّہُمْ مِنْ طُولِ مَا الْتَثَمُوْا مُرْدُ
(نیزہ) تجربہ کاروں — جو دیر تک نقاب باندھنے کی وجہ سے نوجوان سمجھے جاتے ہیں

ثِقَالٌ اِذَا لَاقَوْا، خِفَافٌ اِذَا دُعُوْا — کَثِیْرٌ اِذَا شَدُّوْا، قَلِیْلٌ اِذَا عُدُّوْا
بھاری ہوتے ہیں جبکہ کسی دشمن سے جنگ کریں ہلکے ہوتے ہیں جبکہ بلائے جائیں — (حملہ کرتے ہیں) شمار کئے جائیں۔

اس میں "مشائخ" کے مختلف احوال و صفات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

ل[۱۲]) **ائتلاف**: (۱) **تعریف**: کلام کے الفاظ کا معانی مقصودہ کے موافق و مناسب ہونا، اس کی رعایت میں فخر و بہادری کے موقع پر بھاری الفاظ اور زوردار عبارت اختیار کی جاتی ہے، اور غزل وغیرہ میں ہلکے پھلکے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔

(۲) امثلہ: اوّل کی، جیسے ؎

اذا ما غضبنا غضبةً مضرية　　هتكنا حجاب الشمس او قطرت دمًا

غصہ قبیلہ مضر کے جیسا　　پھاڑنا　　یہاں تک کہ ٹپکائے

اذا ما اعرنا سيدًا من قبيلة　　ذرى منبر صلى علينا و سلّما

عاریت دینا کسی قبیلہ کے سردار کو　　بلندی کسی منبر کی

دوم کی مثال، جیسے ؎

لم يطل ليلى ولكن لم انم　　ونفى عنّى الكرى طيفٌ اَلـم

دور کرنا　　نیند کو خیالات نے جو آپڑے

(۳) اسلوب الحکیم: کی دو صورتیں ہیں:

(۱) مخاطب سے ایسی بات کہنا کہ جس کا وہ متوقع و منتظر نہ ہو، جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ کلام کو متکلم کی مراد کے خلاف محمل پر لے جایا جائے۔
مثلاً حجاج ثقفی نے "قبعثری" شاعر سے کہا "میں تجھ کو "ادھم" (سیاہ چیز) پر ضرور سوار کروں گا"۔ تو اس نے جواب میں کہا، امیر جیسا آدمی ہی ایسی چیز پر سوار کرا سکتا ہے"۔ اس گفتگو میں حجاج نے لفظ" ادہم" سے بیڑیاں مراد لی تھیں کہ وہ لوہے کی اور کالے رنگ کی ہوتی ہیں اور" قبعثری "نے اس کو" سیاہ رنگ کے گھوڑے پر محمول کیا۔

(۲) سائل کے اصل سوال سے صرف نظر کر کے اس کے مناسب کسی مفید امر کو بتانا، جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ سائل کسی چیز کی بابت غیر

ضروری پہلو سے سوال کرتا ہے، مخاطب اس سے صرف نظر کر کے ضروری پہلو کا جواب دیتا ہے تاکہ مخاطب اس کی طرف متوجہ ہو۔

مثلاً ایک بوڑھے شخص سے اس کی عمر کی بابت سوال کیا گیا تو جواب میں کہا "خوب مزے سے گزر رہی ہے" بجائے یہ جواب دینے کے کہ میری عمر کتنی ہے۔ مقصود اس کا یہ تھا کہ عمر کو کیا پوچھتے ہو؟ حال کو پوچھو کہ کیسے گزر کر رہا ہوں۔

سوالات

(۱) مراعاۃ النظیر کی تعریف و توضیح کیجئے (۲) استخدام کی صورتوں کو سمجھائیے۔

(۳) جمع و تفریق کیا ہے؟ مثالوں سے سمجھائیے (۴) تقسیم کی کتنی صورتیں ہیں؟ ہر ایک کو مع امثلہ ذکر کیجئے۔ (۵) ائتلاف کا کیا مطلب ہے؟ (۶) اسلوب الحکیم کی کتنی صورتیں ہیں؟

(۷) اگر طلباء استاد سے پوچھیں کہ سوالات کیا آرہے ہیں اور وہ جواب میں کہے "محنت کرو محنت" تو اس کو کس اصل کے تحت داخل کریں گے۔؟

(۸) اگر یہ سوال کیا جائے کہ تمہاری کتنی آمدنی ہے تو اسلوب الحکیم کے مطابق کیا جواب ہوگا؟

محسنات معنویہ

(۳)

۱۸) ارصاد: (۱) تعریف: کسی جملہ یا شعر کے آغاز میں ایسے کلمہ کا لانا جو اس کے آخر پر دلالت کرے۔

(۲) امثلہ: ۱ ما ظلمھم اللہ ولکن کانوا انفسھم یظلمون. آیت یظلمون پر ختم ہے، اور اس سے پہلے آغاز آیت میں بھی یہی مادہ ہے جو اپنے انداز سے بتا رہا ہے کہ اخیر میں کیا آئے گا۔

۲ اذا لم تستطع شیئاً فدعہ وجاوزہ الی ما تستطیع

تو چھوڑ دے اس کو — اور اس کو چھوڑ کر پہونچ جا

پہلے مصرع میں تستطیع اس پر دلالت کر رہا ہے کہ شعر کا آخری کلمہ بھی اسی مادہ سے ہوگا۔

۱۹) مشاکلت: کسی شئے کو دوسری شے کے ساتھ جمع ہونے یا اس کا مقابل ہونے کی وجہ سے، اس دوسری شے سے تعبیر کرنا۔

جیسے تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسك. اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف "نفس" کا لفظ منسوب ہے اس لئے کہ پہلے جملے میں یہی لفظ استعمال کیا گیا ہے تو دوسرے میں اس کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کے لئے یہی لفظ استعمال کر لیا گیا ہے۔

ع[۱۶]) **مزاوجت** : شرط و جزا میں سے ہر ایک کو اس طور پر لانا کہ ایک پر جس معنی کا ترتب ہو رہا ہو دوسرے پر بھی اس معنی کا ترتب ہو۔

جیسے ؎ اذا مانھی الناھی فلج بی الھویٰ

جب منع کرے منع کرنے والا تو پیچھے پڑ جاتی ہے میرے خواہش نفس

اصاخت الی الواشی فلجّ بھا الھجرُ

محبوبہ بات سنتی ہے چغلخور کی تو ترک تعلق اسکے لئے لازم ہوجاتا ہے

اس شعر میں پہلے مصرع میں اذا مانھی الناھی شرط ہے اور دوسرے میں اصاخت الی الواشی جزا ہے، اور دونوں میں سے ہر ایک پر ایک ہی معنی یعنی "لج" (بمعنی مُصر ہونا لازم ہونا) کا ترتب ہو رہا ہے۔

ق[۱۷]) **رجوع** : کسی نکتہ کی وجہ سے کلام سابق کو باطل قرار دینا۔

جیسے ؎ قِف بالدیار التی لم یعفھا القِدَمُ
(ٹھہر جا — نہیں مٹایا — پرانا ہونا)

بلیٰ وغیرھا الارياحُ والدِیَمُ
(مسلسل بارش)

شاعر نے پہلے مصرع میں جس امر کی نفی کی ہے، دوسرے میں بلیٰ کے ذریعہ اس کو ثابت کیا ہے اور باقی الفاظ سے مزید اس کی تاکید کی ہے۔

ص[۱۸]) **لف ونشر**

(۱) **تعریف** : چند چیزوں کا اجمالاً[۱] یا تفصیلاً[۲] ذکر کرنے کے بعد ان میں سے ہر ایک کے متعلقات کو بیان کرنا ——— اس تعیین کے بغیر کہ کون کس کا متعلق ہے محض اس اعتماد پر کہ مخاطب سمجھ لے گا۔

---

۱ ایک لفظ ہو ۲ الگ الگ الفاظ ہو

(۲) **صور:** اجمال میں تو ایک ہی صورت ہوتی ہے، البتہ تفصیل میں دو صورتیں ہوتی ہیں، (الف) لف ونشر مرتّب (ب) لف ونشر غیر مرتّب۔

(الف) **لف ونشر مرتّب:** متعلقات کے ذکر کرنے میں سابق ترتیب کا خیال رکھنا۔

جیسے جعل لکم اللیل والنهار لتسکنوا فیه ولتبتغوا من فضله. اس آیت میں "لیل ونہار" کے ذکر کے بعد ان کے حالات کے ذکر میں ترتیب کی رعایت رکھی گئی ہے۔ پہلا جملہ "لتسکنوا فیه" 'لیل' کا متعلق ہے اور دوسرا 'نہار' کا متعلق ہے۔

(ب) **لف ونشر غیر مرتّب:** (جس کو "مشوّش" بھی کہتے ہیں) متعلقات کے ذکر میں سابق ترتیب کی رعایت نہ رکھنا۔

جیسے ؎ کیف اسلو وانت حِقفٌ[1] وغصنٌ
کیسے میں صبر کروں — بڑی ڈگول ہے

وغزالٌ لحظاً و قدّاً و ردفاً
ہرنی ہے آنکھ میں — قد میں — سرین میں

اس شعر میں شاعر نے متعلقات کے ذکر میں ترتیب کو پلٹ دیا ہے کہ 'غزال' جو کہ آخر میں ہے اس کے متعلق "لحظاً" کو سب سے پہلے اور "حقف" کے متعلق کو سب کے بعد ذکر کیا ہے۔

(۱۹) **تجرید:** ایک شے جو کسی وصف کے ساتھ متصف ہو اس اتصاف میں اس

---

[1] ریت کا بڑا گول ڈھیر، یہاں اس سے سرین مراد ہے اس کے بڑے و گول ہونے کی وجہ سے۔

کے لئے مبالغہ کو ظاہر کرنے کی غرض سے اس شے سے اسی وصف کی حامل کسی شے کو نکالنا۔

جیسے کسی شخص کی تعریف میں کہنا: لئن سالت فلانا لتسألن به البحر (اگر تم فلاں سے کوئی سوال کروگے تو اس کے ساتھ یا اس کی وجہ سے سمندر سوال کروگے۔ وہ اس درجہ کا سخی ہے)

تجرید کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں۔

۳) مُبالغہ: کسی شے کے اندر پائے جانے والے کسی وصف کے متعلق قوت یا ضعف میں محال یا بعید از قیاس حدوں تک پہونچنے کا دعویٰ کرنا

مبالغہ کی تین اقسام ذکر کی گئی ہیں: ۱. تبلیغ، ۲. اغراق، ۳. غلو، پھر غلو کی بہت سی صورتیں ہیں جن میں سے بعض مقبول ہیں اور بعض غیر مقبول ہے

لا ترانی مصافحا کف یحیی	اننی ان فعلت ضیعت مالی
لو یمس البخیل راحة یحیی (ہتھیلی)	لسخت نفسه ببذل النوال

شاعر کا مقصد "یحیی" کی سخاوت کو مبالغہ کے ساتھ بیان کرنا ہے کہ اس کے ہاتھ سے کسی کا ہاتھ چھو جائے تو پھر وہ اپنے مال کو جمع کر کے نہیں رکھ سکے گا، سب لٹا دے گا۔ حتیٰ کہ بخیل شخص بھی یحیی کی ہتھیلی کو چھو لینے کے بعد اپنے بخل کو چھوڑ و توڑ دے گا۔

سوالات

(۱) ارصاد کی تعریف و توضیح کیجئے (۲) مشاکلت کیا ہے ؟ (۳) مزاوجت کا کیا مطلب ہے ؟

(۴) رجوع کی تعریف کیجئے۔ (۵) لف و نشر کی تشریح کر کے اقسام بتائیے۔

(۶) تجرید کس کو کہتے ہیں ؟ (۷) مبالغہ کیا ہے، بتائیے۔ (۸) امثلۂ ذیل میں محسن لفظی کی نشاندہی کیجئے: ——

۱۔ ثلاثة تشرق الدنیا ببهجتها شمس الضحی و ابواسحٰق والقمر

۲۔ ونکرم جارنا مادام فینا ونُتبعه الكرامة حيث مَالَا

(پیچھے لگانا) (مائل ہونا)

محسنات معنویہ

(۴)

ش۲۱) **توجیہ:** ایسے الفاظ جو عرف میں بطور "اعلام" استعمال ہوتے ہیں ان کو کسی کلام میں لاکر، ان کے اصل معانی (جس کے لئے ان کو وضع کیا گیا ہو) مراد لینا۔

جیسے ؎ اذا فاخرتہ الریح وَلّت علیلۃ
فخر میں مقابلہ کرنا — پیٹھ دکھانا — ہار کر

باذیال کُثبان الثَّریٰ نتعثّرُ
دامنوں سے، ٹیلوں کے، نمناک مٹی کے — الجھتی ہوئی

بہ الفضل یبدو والربیع وکم غدا — بہ الرّوض یحیی ولاشك جعفر
اسی کے ذریعہ بڑائی ظاہر ہوتی ہے اور بہار آتی ہے، اور کتنے اس کے ذریعہ چمن حیات پا گئے ہیں۔
اور وہ بلاشک ایک ندی ہے

دوسرے شعر میں اگرچہ آنے والے الفاظ سے ان کے معانی مراد ہیں مگر ان میں سے الفضل، ربیع، یحیی، جعفر سب اعلام ہیں۔

ت۲۲) **ابہام:** دو متضاد محملوں و مطالب والا کلام استعمال کرنا۔
جیسے کسی ایک آنکھ سے معذور شخص کے لئے کہنا لیت عینیہ سواء کہ یہ جملہ دُعا اور بددُعا دونوں کو محتمل ہے، اس لئے کہ اگر دونوں سے بینا ہونا مُراد ہو تو دعا ہے اور اگر دونوں سے نابینا ہونا مراد لیا جائے تو بددعا ہوگی۔

ت۲۳) **استطراد:** (۱) **تعریف:** ایک سلسلۂ کلام میں، کسی مناسبت کی بنا پر

ایک غرض جس سے متعلق گفتگو چل رہی ہو، اس کو چھوڑ کر دوسری غرض سے متعلق کلام لانا، اور پھر سابق غرض کی طرف لوٹ آنا،

جیسے ؎

إنّا أُناسٌ لانری القتل سبّةً اذا ما رأته عامر وسلول
گالی، بُرا کام جیسا کہ سمجھتے ہیں اس کو عامر و سلول

یقرّبُ حُبُّ الموتِ آجالَنا لنا وتکرھہ آجالھم فتطول
ہماری موتوں کو

وما مات منا سیدٌ حتف انفہ ولا طلّ منا حیث کان قتیل
اپنی طبعی موت اور نہیں ضائع گیا ہم میں کسی مقتول کا خون

پہلے شعر میں شاعر نے اپنے قبیلے کے مفاخر کو بیان کیا ہے پھر اس کے دوسرے مصرع میں اور دوسرے شعر میں عامر و سلول کی ہجو کی ہے، اور تیسرے شعر میں پھر سابق غرض کی طرف آگیا ہے۔

خ) **افتنان**: دو مختلف فنون کو ایک کلام میں جمع کرنا۔

مثلاً شعر و شاعری سے متعلق دو فن، غزل (عشقیہ شاعری) اور حماسہ (بیان شجاعت پر مشتمل شاعری) کو ایک موقع پر جمع کرنا، ایسے ہی مدح و ہجا کو ایک موقع پر نیز تعزیت و تہنیت کو ایک موقع پر جمع کرنا، استطراد کی مثال مذکور میں مدح و ہجو دونوں کو جمع کیا گیا ہے۔

ذ) **ادماج**: کلام کی جو غرض ہو اس کے علاوہ بھی کسی معنی کو متضمن ہونا

جیسے ؎ اقلّب فیہ اجفانی کأنی
پلٹنا، کھولنا پپوٹوں کو
أعُدّ بہا علی الدھر ذنوبًا

اس میں شاعر اصلاً رات کی دل آزاری کو بیان کرنا چاہتا ہے مگر ضمناً زمانہ کی شکایت بھی آگئی ہے۔

ض۲۶) **التفات**: سیاق و سلسلۂ کلام کے مقتضی کے خلاف غیبت و تکلّم و خطاب کے صیغوں کا استعمال کرنا، یعنی سلسلۂ کلام میں جس صیغہ و ضمیر کو استعمال کیا جارہا ہو اور جسے لانا چاہیئے اسے چھوڑ کر دوسرے صیغہ کو لانا۔

جیسے ؎

تطاول لیلك بالأثمد — ونام الخلیُّ ولم ترقُدِ

(دراز ہونا) (مقام کا نام ہے) (عشق سے خالی) (سونا)

وبات وباتت لهٗ لیلةٌ — کلیلة ذی العائر الارمد

(رات گذارنا) (آشوب چشم کی تکلیف والا)

وذٰلك من نباءٍ جاءنی — ونُبِّئتُهٗ عن ابی الاسود

ان اشعار میں پہلے میں خطاب کے صیغہ کا اور دوسرے میں غیبت اور تیسرے میں تکلم کے صیغوں کا مصداق ایک ہی شخص ہے اور وہ خود شاعر ہے مگر اس نے ہر شعر میں صیغے بدل دیئے ہیں۔

ایسا اس لئے بھی کرتے ہیں کہ کلام کا اسلوب بدل جائے کہ یہ چیز یعنی ایک سلسلۂ کلام میں مختلف پیرایۂ بیان کو اپنانا مستقل حسن رکھتا ہے پھر یہ کہ اس کی غرض یہ بھی ہوتی ہے کہ سامع کی اکتاہٹ ختم کی جائے اور اس کی توجہ کو کلام کی طرف مزید بڑھایا جائے۔

ظ۲۷) **احتباک**: کلام میں دو بالمقابل اشیاء کا ان کے احوال کے ساتھ اس طور پر ذکر کرنا، کہ ایک کے لئے جو چیز ذکر کی جائے دوسرے کے

بیان میں اس کے مقابل کو چھوڑ دیا جائے۔

جیسے ارشاد باری: "ھوالذی جعل لکم اللیل لتسکنوا فیہ والنہار مبصرًا" کہ یہ مضمون اصلاً پورا یوں ہے: ھوالذی جعل لکم اللیل مظلما لتسکنوا فیہ والنہار مبصرًا لتبتغوا فیہ کہ "لیل و نہار" ایک دوسرے کے بالمقابل ہیں، یہاں دونوں کا ایک ایک وصف اور وصف کے مطابق حکمت کو ذکر کرنا مقصود ہے، مگر کیا یہ گیا کہ "لیل" کا وصف "مظلماً" نہیں ذکر کیا گیا ہے اور اس کی حکمت "لتسکنوا فیہ" بیان کی گئی ہے، اور "نہار" کا وصف "مبصرًا" مذکور ہے مگر حکمت چھوڑ دی گئی ہے۔

۲۸ (ع) **توزیع و حذف**: کسی کلام کے تمام یا اکثر الفاظ میں کسی حرف کے ذکر کا التزام، یا حذف کا، اول کو "توزیع" اور دوم کو "حذف" کہتے ہیں۔ اوّل کی مثال ؎

سیف یسرك سله وسؤاله　　لمساءة تؤسی وسلب نفوس

دوم کی مثال ؎

أعدد لحُسّادك حد السلاح　　واورد الآمل ورد السماح

تیار کر حسد کرنے والوں کے لئے دھار ہتھیار کی　　لیجا امید رکھنے والے کو گھاٹ پر سخاوت کے

اس میں نقطہ والے حروف سے احتراز کیا گیا ہے۔

سوالات

(۱) توجیہ کی تعریف کیجیے (۲) ابہام کا مطلب بتایئے (۳) استطراد کس کو کہتے ہیں ؟

(۴) افتنان کیا ہے ؟ (۵) ادماج کو سمجھایئے (۶) التفات کا کیا مطلب ہے اور اس کی غرض کیا ہوتی ہے ؟ (۷) احتباک کی تعریف و توضیح کیجیے۔ (۸) توزیع کا کیا مطلب ہے۔ ؟

(۹) حذف کس کو کہتے ہیں ؟ (۱۰) امثلہ ذیل میں مذکورہ بالا محسنات کی نشان دہی کیجیے:

۱۔ بارك الله للحسن ولبوران في الختن ، يا امام الهدى ظفرت ولكن ببنت من

۲۔ ما حسنُ بيتٍ له زخرف تراه اذا زلزلت لم يكن

۳۔ اصبر يزيد فقد فارقت ذا ثقة واشكر حباء الذي بالملك صفاك
لائق اعتماد — عطیہ — چُنا

۴۔ سمح البديهة ليس يمسك لفظه فكأنما الفاظه من ماله
سخی ہے بداہت گوئی میں نہیں روک سکتا اپنے الفاظ کو

۵۔ وانزل من السماء ماءً فاخرجنا به ازواجا من نبات شتّى

خاتمہ

اس عنوان کے تحت مزید چند محسنات کو ذکر کیا جارہا ہے۔ ان کا تعلق لفظ و معنی دونوں ہی کی تحسین سے ہے، اسی لئے محسنات لفظیہ و محسنات معنویہ کی تفصیلات سے الگ کر کے ان کو ذکر کیا جارہا ہے کہ یہ دونوں جہات کی جامع ہیں اور یہ ہیں:

۱۔ تضمین، ۲۔ عقد و حل، ۳۔ تلمیح، ۴۔ حسن ابتداء
۵۔ براعۃ استہلال، ۶۔ حسن تخلص، ۷۔ حسن انتہاء
۸۔ براعۃ الطلب۔

۱۔ تضمین: دوسرے کے کسی مصرع یا شعر کو اپنے شعر یا نظم میں شامل کرنا کبھی اس کے لئے اصل شعر میں کچھ ترمیم بھی کردی جاتی ہے اور کبھی شعر یا شاعر کے معروف نہ ہونے کی صورت میں اس پر تنبیہ بھی ہوتی ہے۔

مثال:

علی أنی سأنشد عند بیعی
أضاعونی وأی فتی اضاعوا

اس میں دوسرا مصرع دوسرے شاعر کا ہے۔

۲۔ عقد و حل: نثر کو نظم میں اور نظم کو نثر میں منتقل کرنا

۳۔ تلمیح: کلام میں کسی آیت، حدیث، مشہور شعر یا ضرب المثل و کسی

مسئلے کی طرف اشارہ کرنا، جیسے مقررین اہم واقعات کی طرف بسا اوقات جملوں ولفظوں میں اشارہ کرتے ہیں۔

۴۔ **حسن ابتداء** آغازِ کلام کا شیریں بیان، صحیح المعنی اور ترکیب و ترتیب میں مناسب و موزوں ہونا، جیسے ایک شاعر نے کسی کو صحت کی مبارکباد دیتے ہوئے کہا ہے

المجد عوفی اذا عوفیت والکرم — وزال عنك الی اعدائك السقم
(عافیت مل گئی) (چلی گئی) (بیماری)

۵۔ **براعت استہلال**: حسن ابتداء کے لئے مذکورہ امور کی رعایت کے ساتھ مقصود کے ذکر کی طرف اشارہ کرنے والے الفاظ کا استعمال کرنا درآنحالیکہ اس موقع پر ان الفاظ کے اصل معانی مراد ہوں۔

مثلاً کسی کتاب کے مقدمہ میں موضوع و مباحث کے مناسب کلمات کا لانا، جیسے کسی فقہ کی کتاب کے مقدمہ میں کتب فقہ کے ناموں کو ذکر کرنا ان کے لغوی معانی کو مراد لیتے ہوئے محض ان کتابوں کی طرف ذہن کو منتقل کرانے اور اشارے کے لئے، فقہ کی ایک کتاب کے مقدمہ کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

الحمد للہ ھو الفقہ الاکبر، والجامع الکبیر لزیادات
فیضہ المبسوط۔ الدرر الغرر بہ الھدایۃ و منہ
البدایۃ والیہ النھایۃ، وبحمدہ الوقایۃ ونقایۃ
الدرایۃ، وعین العنایۃ وحسن الکفایۃ الخ

تمام وہ الفاظ جن پر نمبر پڑے ہیں، کتب فقہ کے اسماء ہیں۔

۶۔ حسن تخلّص ؛ افتتاحیہ گفت گو سے مقصود کی طرف منتقل ہونا، مقصود اور افتتاحی گفتگو کے درمیان مناسبت کی رعایت رکھتے ہوئے۔

جیسے ؎

دَعتِ النّویٰ بفراقهم فتشتّتوا — وقضى الزمان بينهم فتبدّدوا
(مجبور کیا سفر نے ان کے فراق پر پس وہ منتشر ہو گئے — اِدھر اُدھر ہونا)

دهرٌ ذميمُ الحالتين فمابه — سوى جُودِ ابن ارتق يُحمد
(دو بری حالتوں والا — بجز سخاوت کے ابن ارتق کی کہ اسکی تعریف کی جائے)

اس شعر میں ابنِ ارتق کی سخاوت کو بیان کرنا مقصود ہے، افتتاحی بات سے شاعر اس کی طرف منتقل ہوا تو زمانہ کی مذمت کر کے "فمابہ" کے ذریعہ افتتاح اور مقصود کے درمیان مناسبت کے لحاظ کو ظاہر کیا ہے۔

۷۔ حُسنِ انتہاء؛ آخر کلام کا حسن ابتداء کے لئے ذکر کردہ اوصاف کے ساتھ متصف ہونا۔

اور اگر اس میں اختتام کی طرف بھی اشارہ ہو تو اسے "براعۃ الانقطاع" کہتے ہیں، جیسے ؎

بقيتَ بقاءَ الدهر ياكهفَ اهلهِ — وهذا دعاءٌ للبرية شامل
(اے غار والو)

۸۔ براعتِ طلب ؛۔ اپنی طلب و مطلوب کو تصریح کے بغیر پیش کرنا۔

جیسے ؎

وفى النفس حاجاتٌ وفيك فطانةٌ — سكوتي كلام عندها وخطاب
(ذہانت ہے — ضرورت کے وقت گفتگو ہونا ہے)

سوالات

(۱) حسن ابتدار و انتہار کو سمجھائیے۔

(۲) براعۃ استہلال اور براعۃ انقطاع کا کیا مطلب ہے؟

(۳) براعۃ طلب کی تعریف کیجیے

(۴) حسن تخلص کس کو کہتے ہیں؟

(۵) عقد و حل کی تعریف کیجیے۔

(۶) تلمیح کیا ہے؟ اس کی کوئی مثال دیجیے

(۷) تضمین کا کیا مطلب ہے؟ وضاحت کیجیے

قد فرغت من تسويد هذا الكتاب حينما اردت طبعه مرة ثانية بصورة منقحة ومهذبة.
بعد العشاء وكنت بمدرسة تعليم القرآن الواقعة بقرية سنديله من نواحى لكناؤ. وذلك يوم السبت، السادس من شهر محرم الحرام سنة ١٤٠٧ھ

العبد محمد عبيد الله الاسعدى

العبد محمد عبيد الله الاسعدى

مفکر اسلام مولانا سید ابو الحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

کی چند اہم شاہکار تصنیفات

تاریخ دعوت وعزیمت مکمل (پانچ حصے)
مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش
انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر
منصب نبوت اور اس کے عالی مقام حاملین
دریائے کابل سے دریائے یرموک تک
تذکرہ فضل الرحمن گنج مراد آبادیؒ
تہذیب و تمدن پر اسلام کے اثرات و احسانات
تبلیغ و دعوت کا معجزانہ اسلوب
مغرب سے کچھ صاف صاف باتیں
نئی دنیا (امریکہ) میں صاف صاف باتیں
جب ایمان کی بہار آئی
مولانا محمد الیاسؒ اور ان کی دینی دعوت
حجاز مقدس اور جزیرۃ العرب
عصر حاضر میں دین کی تفہیم و تشریح
تزکیہ واحسان یا تصوف و سلوک
مطالعہ قرآن کے مبادی اصول
سوانح شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ
خواتین اور دین کی خدمت
کاروان ایمان وعزیمت
سوانح مولانا عبد القادر رائے پوریؒ

نبی رحمت مکمل (دو حصے)
حدیث کا بنیادی کردار
معرکۂ ایمان و مادیت
پرانے چراغ (تین حصے)
ارکان اربعہ
نقوشِ اقبال
کاروانِ مدینہ
قادیانیت
تعمیر انسانیت
حدیث پاکستان
اصلاحیات
صحبتے با اہل دل
کاروانِ زندگی (سات حصے)
مذہب و تمدن
دستور حیات
حیات عبد الحیؒ
دو متضاد تصویریں
تحفۂ پاکستان
پاجا سراغ زندگی
عالم عربی کا المیہ

ناشر : فضلِ ربی ندوی — فون : 36601817 - 36600896

مجلس نشریاتِ اسلام ناظم آباد مینشن ۔ ۱ ۔ کے ۳ ۔ ناظم آباد ، کراچی

اسٹاکسٹ : **مکتبہ ندوہ** قاسم سینٹر، اردو بازار، کراچی

فون : 32638917